ماھنامہ انوارِ مدینہ

شمارہ : ۹	شوال المکرّم ۱۴۳۲ھ / ستمبر ۲۰۱۱ء	جلد : ۱۹

سیّد مسعود میاں	سیّد محمود میاں
نائب مُدیر	مُدیر اعلیٰ

بدلِ اشتراک

پاکستان فی پرچہ ۱۷ روپے......... سالانہ ۲۰۰ روپے
سعودی عرب، متحدہ عرب امارات..... سالانہ ۷۵ ریال
بھارت، بنگلہ دیش .... سالانہ ۲۰ امریکی ڈالر
برطانیہ، افریقہ .... سالانہ ۲۰ ڈالر
اَمریکہ .... سالانہ ۲۵ ڈالر

جامعہ مدنیہ جدید کا اِی میل ایڈریس

E-mail: jmj786_56@hotmail.com

fatwa_abdulwahid1@hotmail.com

ترسیلِ زر و رابطہ کے لیے

دفتر ''انوارِ مدینہ'' نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور
اکاؤنٹ نمبر انوارِ مدینہ 2-7914 (0954) MCB
رابطہ نمبر: 042-37726702,03334249302

جامعہ مدنیہ جدید : 042 - 35330311
خانقاہِ حامدیہ : 042 - 35330310
فون/فیکس : 042 - 37703662
رہائش ''بیت الحمد'' : 042 - 36152120
موبائل : 0333 - 4249301

مولانا سیّد رشید میاں صاحب طابع و ناشر نے شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر
دفتر ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور سے شائع کیا

اس شمارے میں

حرفِ آغاز		۳
درسِ حدیث	حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ	۶
حدود و قصاص : عورت کی شہادت	حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ	۱۲
اَنفاسِ قدسیہ	حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحبؒ	۲۱
پردہ کے اَحکام	حضرت مولانا محمد اَشرف علی صاحب تھانویؒ	۲۹
سالانہ اِمتحانی نتائج وفاق المدارس العربیہ		۳۴
حضرت اِمام حسین بن علی رضی اللہ عنہما	حضرت مولانا شاہ معین الدین صاحب ندویؒ	۳۵
اَنبیاء علیہم السلام کی ذات پر بنی ہوئی فلموں کا حکم	جناب مولانا مفتی شاہد عبید صاحب	۴۲
حج نہ کرنے یا حج میں تاخیر کے حیلے بہانے	جناب مولانا مفتی محمد رضوان صاحب	۴۴
صحابہ رضی اللہ عنہم کی زِندگی اَور ہمارا عمل	حضرت مولانا مفتی محمد سلمان صاحب منصور پوری	۵۲
حج : اِجتماعی بندگی کی علامت	حضرت مولانا مصلح الدین صاحب قاسمی	۵۷
دینی مسائل		۶۱
خانقاہِ حامدیہ اَور رمضان المبارک		۶۳

خوشخبری

آپ ماہنامہ اَنوارِ مدینہ اِنٹرنیٹ پر مندرجہ ذیل لنک پر بھی پڑھ سکتے ہیں

http://www.scribd.com/anwaremadina

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرفِ آغاز

سیّد محمود میاں

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ اَمَّابَعْدُ !

مسلم لیگ (ن) کے سربراہ اَور پاکستان کے سابق وزیرِاعظم جناب میاں محمد نواز شریف صاحب نے ہندوستان اَور پاکستان کے باہمی تعلقات پر روشنی ڈالتے ہوئے ایک تفصیلی بیان دیا جو ۱۴/ اگست کے قومی جرائد میں جلی سُرخیوں کے ساتھ شائع ہوا اُس کے چند اِقتباسات ملاحظہ فرمائیں :

''جس رب کو بھارتی پوجتے ہیں ہم بھی اُسی کو پوجتے ہیں، زبان، کلچر ایک ہے صرف سرحد درمیان میں آگئی، کیا ہی اچھا ہوتا موٹروے واہگہ سے کلکتہ تک جاتی، بھارت کو شاباش دینی چاہیے اُس نے ''کارگل'' پر کمیشن بنایا، پاکستان بھارت کشمیر پر پرانے موقف سے پیچھے ہٹ جائیں۔''

پہلی بار ایسا ہوتا نظر آیا کہ مسلم لیگ کی کسی مقتدر شخصیت نے جنوبی ایشیاء کی ترقی میں حائل بڑی رُکاوٹوں کی نشاندہی کرتے ہوئے اپنے سابقہ موقف سے نہ صرف دستبرداری کا اِعلان کیا بلکہ جرأت سے کام لیتے ہوئے خطہ کی آزادی اَور ترقی کے لیے پیش قدمی کے عزم کا بھی اِظہار کیا۔ اُنہوں نے یہ بیان دے کر پاکستان کے قومی ستونوں میں بیٹھی نوکر شاہی کی دُم پر پاؤں رکھتے ہوئے اُن کے روزگار کو بھی خطرے میں ڈال دیا۔

کیا ہی اچھا ہوتا کہ آج سے بہت پہلے بلند نظری سے کام لیتے ہوئے لیگی قیادت زمینی حقائق کو تسلیم کرلیتی تو بہت کچھ کھوئے بغیر اِس خطہ کے باسی اَب تک بہت کچھ حاصل کر چکے ہوتے۔

پاکستان کی دُور اَندیش مذہبی ہراوَل سیاسی قیادت بہت پہلے سے پاکستان کی مقتدر قوتوں کو باوَر کرا چکی ہے کہ خطہ میں پاک بھارت رسّہ کشی جنوبی ایشیاء کی ترقی میں بہت بڑی رُکاوٹ ہے جس کے ہوتے ہوئے قیامِ اَمن ناممکن ہے اَب اگر چہ تاخیر سے ہی خود مسلم لیگ کے سربراہ ان حقائق کا اِدراک کر چکے ہیں تو قوی اُمید کی جا سکتی ہے کہ مستقبل قریب میں جنوبی ایشیاء کے خطہ کی بنیاد پر ایسے اِقدامات ہو جائیں گے کہ جس کے نتیجہ میں اَمن اَور آزادی قائم ہو کر غیر ملکی دَخل اَندازی اَور بندر بانٹ کا سلسلہ ختم ہو جائے تاکہ ہم اِس قابل ہو جائیں کہ اپنے فیصلے خود کر سکیں۔

اَلبتہ آخر میں یہ آگاہی بھی ضروری ہے کہ نواز شریف صاحب کا یہ فرمان کہ :

''جس رب کو بھارتی پوجتے ہیں ہم بھی اُسی کو پوجتے ہیں''

بہت نامناسب ہے اِس کا مطلب تو یہ ہوا کہ پوجا پاٹ کے معاملہ میں ہم اُن کے پیروکار ہیں وہ متبوع اَور اَصل ہیں اَور ہم اُن کے مقلد اَور تابع ہیں، والعیاذ باللہ!

جبکہ اِس کے بجائے وہ یوں کہہ سکتے تھے کہ :

''جس رب کو ہم پوجتے ہیں اُس رب کو مشکل گھڑی میں بھارتی بھی کبھی پوجنے لگتے ہیں۔''

میاں صاحب کی بات سے تو موجودہ دَور میں ''وحدتِ اَدیان'' کی گمراہ کن مغربی تحریک کی تائید کا تأثر ملتا ہے جس کی اِسلام میں کوئی گنجائش نہیں ہے۔ سورۂ کافرون کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ :

''چند رؤساءِ قریش نے کہا کہ اے محمد! (ﷺ) آؤ ! ہم تم صلح کر لیں کہ ایک سال تک آپ ہمارے معبودوں کی پرستش کیا کریں پھر دُوسرے سال ہم آپ کے معبود کو پوجیں اِس طرح دونوں فریق کو ہر ایک کے دین سے کچھ کچھ حصہ مل جائے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا خدا کی پناہ! کہ میں اُس کے ساتھ (ایک لمحہ کے لیے بھی) کسی کو شریک ٹھہراؤں۔

کہنے لگے اچھا تم ہمارے بعض معبودوں کو مان لو (اُن کی مذمت نہ کرو) ہم تمہاری تصدیق کریں گے اَور تمہارے معبود کو پوجیں گے۔ اِس پر یہ سورت نازل ہوئی اَور آپ ﷺ نے اُن کے مجمع میں پڑھ کر سنائی جس کا خلاصہ مشرکین کے طور طریق سے کُلّی بیزاری کا اِظہار اَور اِنقطاعِ تعلقات کا اعلان کرنا ہے۔ بھلا انبیاء علیہم السلام جن کا پہلا کام شرک کی جڑیں کاٹنا ہے ایسی ناپاک اَور گندی صلح پر کب راضی ہو سکتے ہیں۔

فی الحقیقت اللہ کے معبود ہونے میں تو کسی مذہب والے کو اِختلاف ہی نہیں۔ خود مشرکین اِس کا اِقرار کرتے تھے اَور کہتے تھے کہ ہم بتوں کی پرستش اِسی لیے کرتے ہیں کہ یہ ہم کو اللہ کے نزدیک کردیں گے مَانَعْبُدُھُمْ اِلَّا لِیُقَرِّبُوْنَآ اِلَی اللّٰہِ زُلْفٰی (زُمر۔۳) اِختلاف جو کچھ ہے غیر اللہ کی پرستش میں ہے لہٰذا صلح کی جو صورت قریش نے پیش کی تھی اُس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ وہ تو برابر اپنی روِش پر قائم رہیں یعنی اللہ اَور غیر اللہ دونوں کی پرستش کیا کریں اَور آپ ﷺ اپنے مسلکِ توحید سے دستبردار ہو جائیں۔ اِس گفتگوئے مصالحت کو ختم کرنے کے لیے یہ سورت اُتاری گئی۔''

ہندوؤں کا تو یہ حال ہے کہ اُن کے تینتیس کروڑ معبود ہیں جن کو وہ خدائی میں شریک ٹھہراتے ہوئے ہر وقت پوجتے ہیں جبکہ کوئی مسلمان ایک اللہ کے سوا کبھی کسی اَور کی عبادت نہیں کرتا اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ آپ کے بیان کے روشنی میں ہندو مندر سے نکل کر مسجد کی طرف آئیں مگر آپ کے بیان سے تو یہ اَندیشہ ہو چلا ہے کہ مسلمان مسجد چھوڑ کر مندر کا رُخ کرلیں۔ والعیاذ باللہ!

لہٰذا یہ بات ہر مسلمان کو پیش نظر رکھنی چاہیے کہ مذہبی اَور اِعتقادی معاملات پر سوچ بچار کے بعد جچے تلے اِلفاظ میں اِظہارِ خیال کیا جائے۔ وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ

مولای صل وسلم دائما ابدا ۔ درسِ حدیث ۔ علی حبیبک خیر الخلق کلھم

حضرتِ اقدس پیرو مرشد مولانا سید حامد میاں صاحبؒ کے مجلسِ ذکر کے بعد درسِ حدیث کا سلسلہ وار بیان ''خانقاہِ حامدیہ چشتیہ'' رائیونڈ روڈ لاہور کے زیرِ انتظام ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' کے ذریعہ ہر ماہ حضرت اقدسؒ کے مریدین اور عام مسلمانوں تک باقاعدہ پہنچایا جاتا ہے۔ اَللّٰہ تعالیٰ حضرت اقدسؒ کے اِس فیض کو تاقیامت جاری و مقبول فرمائے۔ (آمین)

حضرت اَبوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں اَندرونی و بیرونی فتنوں کی سرکوبی

آپ ﷺ کے بعد جھوٹے نبیوں کی کثرت کی وجہ، زکوۃ عبادت ہے ٹیکس نہیں ہے

اِسلام میں غلاموں کی اَولادوں کی تربیت اَور اُن کی علمی ترقیاں

بعد والوں کی حوصلہ اَفزائی

﴿ تخریج و تزئین : مولانا سیّد محمود میاں صاحب ﴾

(کیسٹ نمبر 66 سائیڈ B 1987 - 03 - 22)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ اَمَّابَعْدُ !

ایک عالم ہیں بزرگ ہیں تابعین میں ہیں اِبنِ مُحَیْرِیْز وہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک صحابی سے جو اَبُوْ جُمُعَۃَ کے نام سے مشہور تھے یہ کہا کہ حَدِّثْنَا حَدِیْثًا سَمِعْتَہٗ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ ہمیں کوئی حدیث سنایئے جو جناب نے جنابِ رسول اللہ ﷺ سے سنی ہو اِرشاد فرمایا جواب میں ہاں اُحَدِّثُکُمْ حَدِیْثًا جَیِّدًا میں تمہیں بہت اچھی حدیث سناؤں گا اَور واقعہ بتلایا کہ تَغَدَّیْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ ہم نے جنابِ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ دوپہر کا کھانا کھایا وَمَعَنَا اَبُوْعُبَیْدَۃَ بْنُ الْجَرَّاحِ ہمارے ساتھ حضرت اَبوعبیدہ رضی اللہ عنہ تھے اُنہوں نے دریافت کیا کہ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَحَدٌ خَیْرٌ مِّنَّا کوئی ہم سے بہتر بھی ہے اَسْلَمْنَا اِسلام ہم نے قبول کیا وَجَاھَدْنَا مَعَکَ اَور جناب کے ساتھ رہ کر کافروں سے جہاد

کیا تو ہمیں دونوں طرح کی فضیلتیں حاصل ہوگئیں ایک باطنی یعنی اِعتقاد کی کہ اِسلام پر ہم آئے اِسلام پر قائم رہے دُوسری جسمانی جو قربانی کی چیز ہے وہ بھی ہم نے کی کہ جان کی قربانی پیش کی کوئی شہید ہوا کوئی رہ گیا، تو رسول اللہ ﷺ نے اِس کے جواب میں فرمایا قَوْمٌ یَکُوْنُوْنَ مِنْ بَعْدِکُمْ یُؤْمِنُوْنَ بِیْ وَلَمْ یَرَوْنِیْ [1] وہ لوگ ہوں گے جو تمہارے بعد آنے والے ہیں مجھ پر اِیمان لائیں گے بغیر مجھے دیکھے ہوئے۔ مجھ کو دیکھنے کے بعد اِیمان لانا یہ تعجب کی بات نہیں بلکہ اِیمان نہ لانا تعجب کی بات ہے اَور جو لوگ مجھے دیکھیں ہی نہ بالکل سرے سے بعد میں آئیں اَور وہ اِسلام میں داخل ہوں اِسلام قبول کریں تو یہ ہے ایسی چیز کہ جو قابلِ تعجب ہے اُن کو اِرشاد فرمایا کہ وہ بڑے اچھے ہیں یعنی بڑی مبارک باد کے قابل ہیں درجہ تو اُن کا وہی رہے گا ثانوی تو صحابہ کرامؓ کے دَور میں بہت بڑی تعداد مسلمان ہوئی۔ یہ اِبنِ مُحَیْرِیْز صحابی نہیں ہیں تابعی ہیں عالم ہیں۔

حضرت اَبوبکرؓ کا کارنامہ، اَندرونی و بیرونی فتنوں کا خاتمہ :

حضرت اَبوبکرؓ کے دَور میں تو وہ لوگ بھی شامل ہو جائیں گے جو اِسلام سے ہٹ گئے تھے اَور پھر توبہ کی اَور اِسلام میں آئے ملک میں داخلی اِنتشار بہت پیدا ہوگیا جس کا اَندازنہیں کیا جاسکتا ایک تو یہ کہ (جھوٹے) نبیوں نے پیشہ ہی اِختیار کرلیا ایک پیدا ہوا دُوسرا ہوا تیسرا ہوا اِنہوں نے سمجھا کہ یہ تو بڑے نفع کی چیز ہے

نبی علیہ السلام کے بعد جھوٹے نبیوں کی کثرت اَور اُس کی وجہ :

مجھے آج خیال آرہا تھا کہ رسول اللہ ﷺ سے پہلے نبوت کا جھوٹا دعوی کرنے والے نہیں ملتے وہ نہیں سننے میں آتے اُن کا ذکر نہیں آتا کیونکہ اُس دَور میں اَنبیاءِ کرام کو مشکلات بہت پیش آتی تھیں کامیابی ہوتی نہیں تھی تو کون نبوت کا دعوی کر کے اپنے آپ کو مصیبتوں میں گرفتار کرے وہاں کوئی نہیں ملتا نبوت کا دعوی کرنے والا مگر جب آقائے نامدار ﷺ کو کامیابیاں ہوئیں تو پھر کھڑے ہونے شروع ہوگئے نبوت کے دعویدار مسیلمہ کذاب، اَسودِ عنسی یہ تو وہ تھے جو رسول اللہ ﷺ کے دَور ہی میں جنہوں نے دعوی نبوت کر ڈالا بعد میں اَور بھی تھے ایک عورت بھی تھی۔ چھٹے پارہ میں ایک آیت ہے مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْکُمْ عَنْ دِیْنِہٖ فَسَوْفَ یَأْتِی اللّٰہُ بِقَوْمٍ یُّحِبُّھُمْ وَیُحِبُّوْنَہٗ تم میں سے کوئی اگر مرتد ہوگا تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگ لائیں گے جو اُسے محبوب ہوں گے اَور وہ خدا سے محبت رکھتے ہوں گے یعنی وہ لوگ تمہیں ٹھیک کر دیں گے۔

---

[1] مشکوۃ شریف ص ۵۸۴

اِس آیت کے تحت تفسیر کبیر میں اِمام رازیؒ نے وہ لوگ شمار کرائے ہیں اَور اُس میں بتایا ہے کہ اِس آیت کا مصداق سب سے زیادہ اَبوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بنتے ہیں۔ تو ایک خرابی تو یہ تھی داخلی طور پر کہ نبی پیدا ہونے شروع ہو گئے نبوت کے دعویدار بہت کھڑے ہو گئے اَور ایسے بااَثر کہ بہت سے اِدھر اُدھر جو لوگ تھے مسلمان دُور دراز کے وہ ڈانواں ڈول ہو گئے اُن سے، اُنہوں نے اِس فتنے کا سدباب کیا ایسا کہ ساتھ کے ساتھ ختم ہو گئے یہ بہت بڑا کارنامہ ہے بہت ہی بڑا کارنامہ ہے۔

ایک (جھوٹا نبی) تو جب رسول اللہ ﷺ علیل تھے اُن دِنوں میں ختم ہوا ہے اَسودِ عنسی اُس کی خبر رسول اللہ ﷺ کو بذریعہ وحی ہو گئی اَور آپ نے بتلا دیا تھا صحابہ کرامؓ کو کہ فلاں تو ختم ہو گیا اَور فیروز نے مارا ہے فَازَ فِیْرُوْزُ فیروز کامیاب ہو گیا باقاعدہ خبر جو لوگوں کے ذریعہ پہنچتی ہے وہ بعد میں پہنچی۔

دُوسری بات یہ ہوئی کہ اَرکانِ اِسلام جن لوگوں کے ذہن نشین نہیں تھے پورے اُن کے ذہن گڑبڑ ہو گئے اِنسان مال سے محبت کرتا ہے یہ نئی چیز نہیں ہے بلکہ قرآنِ پاک میں آیا ہے زُیِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ یہ چیزیں جتنی بھی ہیں گھوڑے ہوں ڈھیر ہوں سونے چاندی کے اَور شہوتیں ہیں جو اِنسان کو بہت طرح کی لگی ہوئیں ہیں یہ بھی دِل چاہتا ہے یہ بھی دِل چاہتا ہے عورتیں بھی ہوں بچے بھی ہوں لڑکے بھی ہوں اَولاد بھی ہو یہ چیزیں جو ہیں یہ مزین لگتی ہیں دِل اِن کی طرف مائل ہوتا ہے تو یہ چیز تو ہے ہی ہے۔

اہم عقیدہ :

اَب اُن کو زکوة دینی پڑتی تھی اَپنی محنت سے کمائی ہوئی چیز کو آدمی یہ سمجھتا ہے کہ یہ میری ہے اِسلام نے بتایا کہ یہ تمہاری نہیں ہے خدا نے تمہیں قدرت دی ہے صحت دی ہے ہمت دی ہے دماغ تمہارا صحیح چلتا ہے کام صحیح کرتے ہو یہ سب خدا دے رہا ہے خدا کی وجہ سے کر رہے ہو اُس کی عطا پر کر رہے ہو ذرا سی کل دماغ کی بگڑ جائے تو پاگل خانے میں جانا پڑتا ہے اَور وہ بہت ذرا سی ہوتی ہے دماغ میں جس کا پتہ بھی نہیں چلتا وہ ٹھیک ہو تو آدمی عقلمند ہے بہت بڑا عقلمند شمار ہوتا ہے فلسفی شمار ہوتا ہے وغیرہ وغیرہ۔

اِسلامی تعلیمات کی وجہ سے بڑی اِقتصادی مشکلات پیش نہیں آتیں :

تو سب کچھ خدا کا ہے جو تمہارے پاس آئے اُس میں سے تم اِتنے فیصد خدا کے نام پر ضرور دیتے رہو

یہ فرض ہے اَور اِس کے علاوہ جتنا بھی آتا جائے ضرورت سے زائد ہو خرچ کرتے جاؤ اَور یہ اِسلام کی تعلیم تھی اَور اِسی پر حکومتیں بھی چلتی رہیں تو اِقتصادی مشکلات ایسی بڑی پیدا نہیں ہونے پائیں کیونکہ ہر مسلمان کی عادت یہ بن گئی کہ وہ خرچ کرے ،قدرتی طور پر بنی بنائی ہے یہ عادت ۔اَب دیکھ لیں آپ یہاں کتنا خرچ کرتے ہیں مسلمان جہاں ہیں بہت خرچ کرتے ہیں ہندو نہیں کرتے خرچ مسلمان کے پاس ذرا سے پیسے آنے شروع ہوتے ہیں خرچ کی عادت اپنی اِختیار کرتا ہے۔

راہنمائی نہ ہونے کی وجہ سے بے جا اِخراجات کرتے ہیں :

اَب یہ اَلگ بات ہے کہ قوم کی رہبری نہیں کی گئی اُن کو یہ نہیں سکھایا گیا کہ خرچ کرو تو خدا کی راہ میں خرچ کرو اَور خدا کی راہ میں خرچ کرنا جانتے ہی نہیں لوگ اَپنی ذات پر اپنی تقریبات پر بیاہ پر شادی پر اِن چیزوں پر خرچ بہت کرتے ہیں خدا کی راہ میں خرچ کرنا جسے اِنْفَاقٌ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ کہا جائے وہ نہیں جانتے حتی کہ زکوۃ بھی حساب سے نہیں دیتے کچھ دے دی اَور سمجھتے ہیں دے رہے ہیں زکوۃ حالانکہ دینی چاہیے حساب سے وہ تو ایسا ہے جیسے کہ فقیر کا مال اُسے نہیں دیا بلکہ تم ہڑپ کر گئے یہ غلط کام ہے وہ دینا فرض ہے وہ رکھنا اپنے پاس ایسے ہے جیسے کہ کسی فقیر سے چھین کر اپنے کام میں لا رہے ہو کیونکہ حق اُس کا ہو چکا ہے وہ دینا فرض ہے۔

آپ ﷺ کی وفات کے بعد کچھ لوگوں نے زکوۃ دینے سے اِنکار کر دیا :

اُنہوں نے سمجھا کہ یہ تو ایک ٹیکس تھا یا اَگر عبادت تھی تو رسول اللہ ﷺ کے زمانے تک تھی۔ قرآنِ پاک میں آیا ہے خُذْ مِنْ اَمْوَالِھِمْ صَدَقَةً تُطَھِّرُھُمْ وَ تُزَکِّیْھِمْ بِھَا وَصَلِّ عَلَیْھِمْ اِنَّ صَلٰوتَکَ سَکَنٌ لَّھُمْ زکوۃ لو صدقات لو اُن سے اَور اِن کو دُعاء دو اَور اِن کو آپ کی دُعاء سکون کا سبب بنے گی وہ سکینہ ہے بڑی رحمتیں نازل ہوتی ہیں اُس دُعاء کی برکت سے دِلوں پر۔تو بعد میں کون ہے جو دُعاء ایسی کرے بہت بڑا اِشکال پڑ گیا یہ کہ اَبھی تو رسول اللہ ﷺ تشریف فرما تھے جن کی ہر بات وحی تھی اَور اَب وہ آ گئے جن کی کوئی بات وحی نہیں اَبو بکر رضی اللہ عنہ وہ اُمت میں سے ایک اُمتی ہیں سب سے اَفضل ہیں مگر نبی تو نہیں ہیں تو ایک دَم نبی کے بعد ایسا دَور آ جائے کہ اُس جگہ کو سنبھالنے کے لیے جو نبی کی جگہ تھی اُمتی آ جائے تو تفاوت تو خود بخود پڑنا ہی تھا اُس میں پھر یہ شکلیں پیدا ہوئیں۔

سخت کارروائی اِنتہائی مناسب موقع پر اَور حضرت عمرؓ کی تمنا :

تو اَبوبکر رضی اللہ عنہ نے اِس قدر سختی سے عمل کیا ہے اِسلامی اُصول پر کہ اُنہوں نے کہا کہ بالکل کسی بھی چیز میں ذرا سا فرق بھی نہیں آنے دُوں گا اَیُنْقَصُ الدِّیْنُ وَاَنَا حَیٌّ کیا میری زندگی میں ایسے ہوسکتا ہے کہ دین میں کسی بھی چیز کی کمی آئے یہ نہیں ہوسکتا بہت سختی سے عمل کیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ وہ رات جو غارِ ثور میں گزاری ہے وہ اَور وہ دِن جس دِن اُنہوں نے (مانعینِ زکوۃ کی سرکوبی کا) یہ فیصلہ کیا ہے یہ دو عمل مجھے مل جائیں اَور میری ساری نیکیاں اُن کو مل جائیں تو یہ مجھے زیادہ پسند ہے یہ بہت قیمتی چیزیں ہیں۔ تو اُنہوں نے ایک چیز کو جما دیا (کہ زکوۃ ٹیکس نہیں بلکہ عبادت ہے جو تا قیامت وصول کی جاتی رہے گی) اُن کے لیے مشکلات زبردست تھیں کہ نبی کی جگہ خود کام کرنا پڑ رہا ہے تو نبی کے لیے تو یہی ہے کہ خدا نے اُسے معصوم بنایا ہے اُس سے ہوتی ہی نہیں غلطیاں لہٰذا کوئی اُس پر معترض نہیں ہوسکتا مگر غیر نبی کے لیے تو یہ ممکن نہیں لیکن اَبوبکر رضی اللہ عنہ نے اِس قدر (صحیح اَور) سختی سے عمل کیا اُن تمام چیزوں پر کہ ہوسکتا تھا کہ رسول اللہ ﷺ کے دَور میں کسی چیز میں اُن سے غلطی ہوتی لیکن اِس دَور میں اُنہوں نے بڑی بیدار مغزی سے اِنتہائی اِحتیاط سے کام کیے بیت المال سے بہت تھوڑا سا لیا ذرا سا بھی زیادہ آگیا کم کرا دیا وفات ہونے لگی تو پھر ایک کپڑے کو فرمایا کہ بس یہ (کفن کے لیے) کافی ہے اُنہوں نے کہا نہیں دُوسرا کپڑا ہے نیا کپڑا تو اِرشاد فرمایا کہ اَلْحَیُّ اَحَقُّ بِالْجَدِیْدِ جو نیا کپڑا ہے اُس کے لیے تو زِندہ زیادہ مستحق ہے اِنَّمَا ھُوَ لِلْمَھْلَةِ اَور یہ تو اِسی طرح سے ہوتا ہے خراب ہونے کے لیے ہوتا ہے تو بس یہی دھو دینا اِن ہی میں مجھے کفن دے دینا[1] اَور صحابہ کرامؓ نے کہا بھی ہے یہ کہ اللہ تعالیٰ رحمت فرمائے آپ نے اپنے بعد والوں کے لیے بہت زیادہ مشکلات چھوڑ دیں یعنی اِس (درجہ تقوی والے) راستے پر چلنا بہت مشکل کام ہے تو اُس نہج پر جو خلافت رہی ہے اُس کو کہا جاتا ہے خِلَافَتٌ عَلٰی مِنْھَاجِ النُّبُوَّةِ یہ بڑا مشکل کام تھا ایسے صرف چار حضرات ہی شمار ہوتے ہیں جو خلفاء اَربعہ ہیں۔ تو یہ حضرت اَبوبکر رضی اللہ عنہ کا دَور تھا۔

حضرت عمرؓ کا دَور، کثرت سے فتوحات، غلاموں کی اَولادوں کی علمی ترقیاں :

پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا جب دَور آیا ہے پھر فتوحات ہوئیں اَور لوگ قید ہو کر آتے تھے یہاں

---

[1] بخاری شریف ج ۱ ص ۱۸۶

رہتے تھے اِسلام کا طرز دیکھتے تھے تعلیمات سنتے تھے زبان بھی سیکھ لیتے تھے تو مسلمان ہو جاتے تھے اَور اُن میں ایسا اِسلام پھیلا ہے کہ بڑے بڑے لوگ اُن ہی لوگوں میں سے نکلے ہیں جو گرفتار ہو کر آئے تھے جو قیدی ہو کر آئے غلام بن کر آئے اُن کو آزاد کیا اَولاد ہوئی اُن کے وہ اَولاد بڑی بڑی عالم بنی۔

ایک دفعہ ایک عباسی خلیفہ نے پوچھا کہ فلاں مقام پر کون عالم ہے اُنہوں نے کہا فلاں اُنہوں نے کہا وہ کون ہے وہ عرب میں ہے یا یہ موالی یعنی غلاموں کی اَولاد ہیں۔ اُنہوں نے کہا غلام کی اَولاد ہے جتنی جگہیں اُس کے ذہن میں تھیں وہ پوچھتا گیا وہاں سب سے بڑا عالم متقی کون ہے تو کہا وہ فلاں ہے فلاں ہے اُس نے کہا یہ تو سب موالی ہیں۔ تو آقائے نامدار ﷺ نے یہاں یہی اِرشاد فرمایا ہے کہ وہ لوگ جو بعد میں آئیں گے مجھے اُنہوں نے دیکھا بھی نہیں ہے اَور پھر اِسلام پر جمیں گے وہ بہت زیادہ دَاد کے قابل ہیں۔ یوں ہی کہنا چاہیے کہ قابلِ داد ہیں تو ایک وہ ہوئے مقرب اَور اَصحاب اَور ایک ہوئے بعد والے وہ جن کا کام دیکھ کر دَاد دے دی جائے خوش ہوا جائے اُن سے، تو درجہ اُن کا بھی ہے بہت بڑا بلا شبہ لیکن جو صحابہ ہیں اُن کے درجہ کو وہ نہیں پہنچتے وہ ایسے ہیں جیسے کسی کے مقربین اَور ہر وقت کے اَصحاب یہ اللہ نے ایک خاص درجہ بنا دیا اُن کا وہ وہی ہیں لیکن بعد والوں کے لیے بھی آقائے نامدار ﷺ نے بشارت دی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین پر اِستقامت دے اَور آخرت میں رسول اللہ ﷺ کا ساتھ اَپنے فضل سے نصیب فرمائے، آمین۔ اِختتامی دُعاء.........

مخیّر حضرات سے اَپیل

جامعہ مدنیہ جدید میں بحمد اللہ چار منزلہ دارُ الاقامہ (ہوسٹل) کی تعمیر شروع ہو چکی ہے پہلی منزل پر ڈھائی کروڑ روپے کی لاگت کا تخمینہ ہے، مخیّر حضرات کو اِس کارِ خیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی دعوت دی جاتی ہے، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ (اِدارہ)

علمی مضامین سلسلہ نمبر ۴۵ (قسط : ۱)

''اَلحامد ٹرسٹ'' نزد جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور کی جانب سے شیخ المشائخ محدثِ کبیر حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اہم خطوط اور مضامین کو سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جو تا حال طبع نہیں ہو سکے جبکہ ان کی نوع بنوع خصوصیات اس بات کی متقاضی ہیں کہ افادۂ عام کی خاطر اِن کو شائع کر دیا جائے۔ اسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد و اخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تا کہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب و یکجا محفوظ ہو جائیں۔ (ادارہ)

حدود و قصاص : عورت کی شہادت

اِسلامی قانونِ شہادت

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تمہید :

آج کل عورتوں کی شہادت کا مسئلہ ملکی اَخبارات میں موضوعِ بحث بنا ہوا ہے۔ اِس کے متعلق بہت سے مضامین آچکے ہیں جناب فتح یاب صاحب کے ایک بیان کی وجہ سے یہ خیال کیا جانے لگا ہے کہ یہ ایم آر ڈی کا موقف ہے اِس بناء پر جمعیۃ علماءِ اِسلام کو بھی ہدفِ تنقید بنایا گیا۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ ملک کا پڑھا لکھا طبقہ جو دینی علوم سے ناواقف ہے ایسے ہی خیالات رکھتا ہے۔ ایم آر ڈی یا غیر ایم آر ڈی اَور دائیں یا بائیں بازو کا کوئی فرق نہیں ہے اَلبتہ جو دینی اَحکام کا مطالعہ کر لیتا ہے اَور علماء سے مل کر گفتگو کر لیتا ہے اُسے معلومات ہو جاتی ہیں اُس کی جو رائے اُس نے اپنے خیال سے قائم کر رکھی ہو بدل جاتی ہے کیونکہ سب مسلمان ہیں اَور خدا رسول اَور احکامِ شرعیہ کو مانتے ہیں اَحکامِ الٰہیہ کے آگے سر جھکا دیتے ہیں۔

میرا اَپنا خیال یہ ہے کہ ایسی صورتِ حال میں کسی کو بے دین کافر اَور فاسق کہنے سے پہلے اُسے اَحکامِ اِلٰہیہ بتلانے چاہئیں۔ سخت فتوی دینے میں عُجلت سے کام لینا غلط ہے اِس سے اِصلاح نہیں ہوتی ضد پیدا ہو جاتی ہے۔

ہر قسم کی شہادت میں مساوات کی طلب :

عورتوں میں مردوں کے ساتھ مساوات کا جذبہ اُبھرتا جا رہا ہے۔ باپردہ خاندان بے پردہ ہوتے جارہے ہیں۔ یورپ سے درآمد کیے ہوئے اَفکار دماغوں پر مسلط ہیں۔ اُن کا خیال ہے کہ جب اِسلام میں مساوات ہے تو ہر قسم کی مساوات ہونی چاہیے حالانکہ ''مساوات'' اَور ''مردوں کے شانہ بشانہ'' وغیرہ اِلفاظ پر یورپ میں بھی عمل نہیں ہے بس یہ خوشنما اَور معنویت سے خالی جملے ہیں اگر اِن پر عمل ہوتا تو رُوس، برطانیہ اَور اَمریکہ میں باری باری ایک سربراہ مرد ہوا کرتا اَور ایک عورت ہوا کرتی اِس تناسب سے اِسمبلی، فوج، پولیس اَور تمام شعبوں میں نصف یا زائد عورتیں ہوا کرتیں لیکن ایسا قطعًا نہیں ہے۔ وہاں بھی عورتوں کی فطری صلاحیت اَور اُن کے صنفِ نازک ہونے کا لحاظ رکھتے ہوئے اُسی کے مطابق کاموں پر لگا دیا جاتا ہے۔ اِتنی مساوات اِسلام میں بھی منع نہیں ہے اگر عورت چاہے تو ملازمت کر سکتی ہے اُس کے لیے گھریلو صنعت و تجارت بھی جائز ہے لیکن جائز کام کی ملازمت اَور تجارت ہو اَور باپردہ ہو۔

''مساوات'' سے عورتوں کی مراد :

مگر معلوم یہ ہوتا ہے کہ عورتوں کی خواہش یہ نہیں ہے کہ وہ مذکورہ بالا شعبوں میں ملازمتیں حاصل کریں اُن کی خواہش اَور لفظ ''مساوات'' سے مراد یہ ہے کہ اُنہیں بھی رشتۂ اَزدواج میں مردوں کی طرح حقوق حاصل ہوں کہ اگر مرد طلاق دے سکتا ہے تو عورت کو بھی یہ حق حاصل ہو کہ وہ مرد کو طلاق دے سکے اَور جس طرح مرد باہر نکلتے اَور چلتے پھرتے ہیں اُسی طرح عورت بھی بے پردہ پھر سکے اُنہوں نے اِس کا مہذب نام ''مساوات'' رکھ لیا ہے۔

عورت کو طلاق کا حق :

اِن دونوں باتوں میں سے اِسلام میں ایک بات تو بمشورہ علماء عورت حاصل کر سکتی ہے کہ بوقتِ نکاح یہ معاملہ خاص الفاظ سے طے کر لے لیکن وہ بے پردہ پھرے اَور اَجنبی مردوں سے مصافحہ کرے اِس کی اِجازت اِسلام میں نہیں ہے۔

ذہنی اَور جسمانی بوجھ سے عورت کی آزادی :

اَلبتہ اِسلام نے بے پردگی کے بجائے عورتوں کو دُوسری طرح کی آزادی دِی ہے وہ یہ ہے کہ کمانے اَور مصارِف کا بار عورت کے سر سے یکسر اُتار کر مرد پر ڈال دیا ہے وہ محنت کرے کمائے اَور گھر کے مصارِف اُٹھائے، کمانے کے ذہنی اَور جسمانی بار سے عورت آزاد ہے۔

حدود میں عورتوں کی گواہی معتبر نہ ہونے کی حکمت :

آج کل جبکہ عورتوں کے خیالات اِس رُخ پر جا رہے ہوں ''شہادت'' کا مسئلہ سامنے آگیا۔ عورتوں نے اِسے اپنی حق تلفی تصور کیا کہ ایک عورت کو ایک مرد کے برابر نہ ٹھہرایا جائے، حالانکہ یہ حق تلفی نہیں ہے بلکہ اُمورِ فطری اَور عوارِض کے لحاظ سے حکم دیا گیا ہے اِس میں اَور بھی بہت سی حکمتیں ہیں۔ یہ حکم کہ حدود میں اُن کی گواہی چاہے وہ دو ہوں معتبر نہ ہوگی۔ ایک طرح رحمتِ خداوندی بھی ہے کہ مجرم کی جان حد لگنے سے بچ جائے اَور اُسے توبہ کا ایک موقع دے دیا جائے جیسے کہ گواہ ایک مرد ہو تو بھی حد جاری نہ کی جائے گی۔ گویا خداوندِ کریم اُسے تنبیہ فرما کر موقع دینا چاہتے ہیں کہ وہ باز آجائے اَور اپنی اِصلاح کرلے۔

ایک نیک مرد کے ساتھ دو نیک باپردہ عورتوں کی گواہی بے شمار جگہ چلتی ہے مگر حدود میں یہ بھی نہیں چلے گی۔ وہاں عورتوں کے دو ہونے کے باوجود بحکمِ خداوندی ایک قسم کا شبہ مان کر اُسے حد سے بچا لیا جائے گا اُس کے لیے کوئی تعزیری کارروائی تجویز کی جائے گی تاکہ آئندہ وہ ایسی جرأت نہ کرے۔

شریعت کی احتیاط :

آج کل سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۸۲ کے بارے میں یہ کہا گیا ہے کہ یہ تو عام لین دین اَور قرض کے بارے میں ہے کہ ایک مرد اَور دو عورتیں گواہ ہوں حدود کے بارے میں نہیں ہے۔ حالانکہ ہر عقلمند یہ سمجھ سکتا ہے کہ اگر عام اَور معمولی معاملات میں شریعت نے یہ احتیاط رکھی ہے تو عظیم معاملات میں اِس سے زیادہ ہی رکھی ہوگی اَور اِس سے زیادہ عظیم معاملہ کیا ہوگا کہ کسی کا ہاتھ کٹے یا جان جائے۔

چند آیات کی تفسیر، عربی محاورہ/گرائمر :

اَلبحر الرائق میں ہے : زنا کی گواہی کے لیے چار مرد گواہ ہونے لازمی ہیں کیونکہ حق تعالیٰ نے فرمایا

ہے : فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَيْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ (سورۃ النساء پارہ ۴ آیت ۱۵) ''ایسی عورتوں پر اَپنوں میں سے چار مرد گواہ لاؤ۔''

اَور اَٹھارویں پارہ میں سورۂ نور کی چوتھی آیت میں ہے ثُمَّ لَمْ يَأْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ ''جو لوگ پاک دامن عورتوں پر عیب کا اِلزام لگاتے ہیں'' پھر وہ چار مرد گواہ نہ لائیں تو اُن کے اَسی کوڑے مارو اَور اُن کی کبھی کوئی گواہی نہ مانو۔

اِن دونوں آیتوں میں ''اَرْبَعَةٌ'' فرمایا گیا ہے جس کا ترجمہ ہے ''چار مرد'' (اَور اگر ''اَرْبَعٌ'' فرمایا جاتا تو ترجمہ ہوتا ''چار عورتیں'') نصِ قرآنی سے صرف مرد گواہوں کا ہونا ہی ثابت ہو رہا ہے۔ (اَلبحرالرائق ص ۶۰ ج ہفتم)

اگر تین مرد یا دو عورتیں ہوں تو یہ بھی '' اَرْبَعَةٌ '' کے مطابق نہ ہوگا ''اَرْبَعَةٌ'' اَور '' اَرْبَعٌ '' چار کے لیے ہے اَور تین مرد دو عورتیں چار نہیں پانچ بن جاتے ہیں۔ (فتح القدیر ص ۶ ج ششم)

نوٹ : ہر جگہ یہ ہدایت الگ موجود ہے کہ اگر کوئی شخص ایسی بات دیکھے تو بہتر یہی ہے کہ اُسے کیس نہ بنائے بلکہ پردہ داری کرے۔

قتل اَور چوری میں دو مردوں کے گواہ ہونے کی بنیاد :

زِنا کے سوا مثلاً قتل اَور چوری میں دو مرد ہی گواہ ہونے ضروری ہیں جیسا کہ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۸۲ میں مالی معاملات کے ذیل میں ہے اِس میں اَصل یہ جملہ قرار دیا گیا ہے کہ شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ اَپنوں میں سے دو مرد گواہ ہوں لہٰذا حدود میں یہ اَصل ہی اگر ہوں گے تو حکم دیا جائے گا اَور حد جاری کی جائے گی اَور اگر اصل نہ ہوں گے بلکہ اَصل کے قائم مقام ایک مرد اَور دو عورتیں ہوں گی تو حد جاری نہ کی جائے گی۔

یہی طریقہ جناب رسول اللہ ﷺ اَور آپ کے بعد حضرت اَبو بکر اَور اُن کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے ثابت ہے، اِسی پر اِجماع ہے۔ (فتح القدیر ص ۶ ج ۶۔ عنایہ وسعدی جلبی الثانی اَور اَلبحرالرائق ص ۶۰ ج ۷)

یہ اِن آیات کی تفسیر ہے اَور یہی صحیح ترین تفسیر ہے جو حدیث فقہ اَور تاریخ میں اِجماعِ اُمت سے ثابت ہے اِس سے اِنحراف نہیں کیا جا سکتا بہر حال مجرم اَور گناہ گار کو توبہ اَور اِصلاح کا موقع طرح طرح مہیا

کیا گیا ہے۔

چند مزید صورتیں، اِحتیاط، دَرگزر :

مقدمات میں کن اِلفاظ سے گواہی دی جائے گی۔ اِس کی تمام تفصیل فقہ اَور فتاوی کی کتابوں میں موجود ہے۔

میں اِحتیاط کی ایک مثال دے کر سمجھانا چاہتا ہوں کہ چوری کی گواہی دیتے وقت یہ ہدایت دی گئی ہے کہ گواہ یہ بیان دے اَخَذَ، لَا، سَرَقَ اُس نے یہ سامان لیا ہے یہ نہ کہے کہ اُس نے یہ سامان چرایا ہے۔ (البحر الرائق ص ۶۰ ج ۷)

گویا مقصد یہ ہے کہ بحد اِمکان اُسے ہاتھ کٹنے کی سزا سے خود مدعی اَور گواہ کو بچانا چاہیے یہی شریعت کی تعلیم ہے۔

☆ مسند اَبی حنیفہ میں اِمام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک واقعہ نقل فرمایا ہے کہ جب جنابِ رسول اللہ ﷺ نے اُس چور کے ہاتھ کاٹنے کا فیصلہ دیا تو خود آپ کے چہرہ مبارک پر اِس سزا کے صدمہ کا اِتنا اَثر ہوا کہ چہرہ اَنور کا رنگ اِنتہا درجہ بدل گیا کَاَنَّمَا سُفَّ عَلَیْهِ وَاللّٰهِ الرِّمَادُ پھر آقائے نامدار ﷺ نے صحابی کے جواب میں فرمایا کہ تم لوگوں نے اپنے مسلمان بھائی کے خلاف شیطان کی مدد کی ہے۔ عرض کیا گیا کہ آنجناب نے اُسے چھوڑ دیا ہوتا۔ اِرشاد فرمایا کہ یہی بات تم نے اُسے میرے پاس لانے سے پہلے کر لی ہوتی (یعنی مقدمہ مجھ تک نہ لاتے دعوے نہ کرتے گواہ پیش نہ کرتے) کیونکہ اِمام (قاضی) کے پاس تک جب کوئی حد کا کیس پہنچ جائے تو اُسے یہ نہ چاہیے کہ وہ اُسے تعطل میں ڈال دے۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی : وَلْیَعْفُوْا وَلْیَصْفَحُوْا اَور چاہیے کہ معاف کریں اَور دَرگزر کریں۔ (مسند الامام الاعظم ص ۱۵۵)

گواہ اَصل ہی کیوں، قائم مقام کیوں نہیں :

یہ سطور اِس لیے لکھ رہا ہوں کہ وجہ سمجھنے میں آسانی ہو سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۸۲ میں ذکر فرمودہ اصل ہی گواہ ہوں کو حدود میں کیوں لیا گیا ہے، قائم مقام یعنی ایک مرد دو عورتوں کو کیوں نہیں لیا گیا۔

مسند کی مذکور حدیث میں جناب رسالتمآب ﷺ نے یہی ترغیب دی ہے کہ جب چور سے مال مل جائے تو بالا ہی بالا معاملہ ختم کر دینا چاہیے یہی بہتر ہے اَور اِس سے پہلے گواہ کے بیان کے اِلفاظ میں کہ

اَخَذَ (اُس نے یہ مال لیا) کہے سَرَقَ (چرایا ہے) نہ کہے اِسی چیز کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ کیونکہ قاضی کے سامنے پیش ہوجانے کے بعد بھی آخر وقت تک بچ جانے کی گنجائش ہوتی ہے مالکِ مال اپنا بیان ذرا بھی نرم کردے تو وہ اِس سخت سزا سے بچ جائے گا۔ کس کس طرح وہ اُسے بچایا جا سکتا ہے اِس کے پندرہ سولہ طریقے تو عام کتابوں میں بھی موجود ہیں۔ جب خدا وہ وقت لائے گا وہ بھی معلوم ہوجائیں گے۔

اِشکال و جواب: چور و قاتل کا عورت کے سوا گواہ نہ ہو تو ؟

بعض لوگوں نے یہ سوال بھی کیا ہے کہ چور اَور قاتل کا اگر عورت کے سوا کوئی گواہ نہ ہو تو مال بھی نہ ملے گا اَور جان بھی ضائع ہوجائے گی۔ تو اِس کے بارے میں یہ عرض ہے کہ ہم آج اُن کالے قوانین کی موجودگی میں اِسلامی قوانین اَور اُن کی سرعتِ نفاذ و فیصلہ کا تصور نہیں کر سکتے اِسلام میں کسی بھی مجرم کو پکڑنے کے بعد ریمانڈ کی آرام گاہ سے گزرنے کا موقع نہیں ملتا وہ سیدھا قاضی کے سامنے پیش کر دیا جاتا ہے اُس سے قاضی خود بات کرتا ہے مقدمہ سن کر فیصلہ دیتا ہے۔ مجرم کو اِتنا موقع نہیں ملتا اَور اُسے ایسے اَسباب نہیں میسر آسکتے کہ وہ اپنے جرم کو چھپانے کے لیے خود کو تیار کر سکے۔ اِس لیے آج دُنیا میں جہاں کہیں تھوڑے بہت اِسلامی قوانین جاری ہیں وہاں کبھی ایسا نہیں ہوتا کہ کسی کا خون رائیگاں جائے، ایک عورت کیا ایک بچہ کی خبر پر بھی مجرم کو پکڑ لیا جائے گا اَور اُسے اِقرار کرتے ہی بنے گی۔

جنابِ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں ایک یہودی نے ایک مسلمان بچی کا سر پتھر سے کچل دیا۔ وہ ہوش میں تھی لیکن بول نہ سکتی تھی۔ اُس سے پوچھا گیا کہ تجھے کس نے مارا ہے؟ کیا فلاں نے مارا ہے؟ یا فلاں نے مارا ہے؟ وہ نفی میں اِشارہ کرتی رہی حتی کہ مارنے والے کا نام لیا گیا تو اُس نے اثبات میں اِشارہ کیا جس پر اُسے پکڑ لیا گیا پوچھ گچھ ہوئی تو اُس نے اِقرارِ جرم کر لیا پھر اُسے بھی اِسی طرح مار دیا گیا۔ (بخاری ص ٣٢٥)
یہ واقعہ میں نے مثلاً لکھا ہے یہ حدیث کی بہت سی کتابوں میں موجود ہے۔

خبر پر بھی کارروائی ہو سکتی ہے :

سب علماء جانتے ہیں اِس لڑکی کا بیان خبر ہی کہلائے گا۔ اِسی طرح کسی بچہ اَور عورت کا بیان شرعی نقطۂ نظر سے خبر کہلائے گا اگر گواہ صرف ایک مرد ہوگا تو بھی خبر کہلائے گا گواہی نہیں مگر یہ خبر بہت وزنی ہوگی اِس پر مجرم کو پکڑ لیا جائے گا۔

اِسلامی حکومت میں قید اَور حکومت کی ذمہ داریاں :

شریعتِ اِسلامیہ میں رعایا کے لیے قید کی سزا نہیں ہوتی ہے اِسی طرح نظر بندی بھی نہیں ہوتی یہ بھی قید ہی ہے اَور حبس یعنی قید اِسلام میں عذاب ہی شمار ہوتی ہے، چنانچہ قاضی کو شریعت کا یہ حکم ہے وہ چارج لیتے ہی سب سے پہلے قیدیوں کے کیس سنے (کذافی المغنی) تا کہ اُنہیں عذاب سے نجات ہو اِسلام میں سزاؤں میں جلاوطنی اَور نگرانی بھی ثابت ہے۔قید میں ڈال دینا یہ غیر اِسلامی ہے اَور شہنشاہی دَور کا طریقہ ہے۔

لہٰذا یا تو چور کو سزا دے دی جائے گی یا اُسے صاحبِ حق کسی طرح چھڑا دے گا۔اِسی طرح یا تو قاتل کو قتل کر دیا جائے گا یا مقتول کے وارِث اُس سے خون بہا (دِیت) لے لیں گے یا اُسے معاف کر دیں گے۔ قید کی سزا بہت ہی خاص حالات میں ہوتی ہے مثلاً مقتول کے بالغ وارِث تو قصاص (قتل کرنا) چاہتے ہیں لیکن اُسکے نابالغ وارِث بھی ہیں اُن کی رائے لینے کے لیے قاتل کو قید میں رکھا جائے گا کیونکہ قاتل خون بہا دے کر بچنا چاہتا ہے اَور یہ ممکن ہے کہ وہ بالغ ہو کر رائے دینے کے قابل ہوں تو قصاص کے بجائے دیت (خون بہا) لینے پر آمادہ جائیں اَور قاتل کی جان بچ جائے۔اِسی طرح تارکِ صلوۃ وغیرہ کو سمجھانے کی غرض سے قید میں رکھا جا سکتا ہے ورنہ نہیں۔

حدود وقصاص کی سزا میں تبدیلی نہیں ہوسکتی :

چوری کی سزا میں قید، قتل کی سزا میں عمر قید اَور قتل کی سزا کو تبدیل کرنے کا حق بجائے وارِث کے گورنر یا صدر کو ہونا یہ سب انگریزی قانون ہیں۔اِسلامی قانون میں یہ بے تکی باتیں نہیں ہیں۔

عزت وجان کی حفاظت حکومت کی ذمہ داری ہے :

اِسلامی قانون کی ایک اہم ترین بات یہ ہے کہ جان کی حفاظت حکومت کا ذمہ ہوتی ہے لہٰذا اگر کسی کے قاتل کا پتہ نہ چلے تو حکومت بیت المال (اسٹیٹ بنک) سے مقتول کے ورثہ کو خون بہا یعنی سو اُونٹ یا اُن کی قیمت دے گی جس طرح حکومت کے ذمہ روٹی کپڑا مکان کا بندوبست ہوتا ہے اِس سے زیادہ جان اَور عزت کی حفاظت اُس کے ذمہ ہوتی ہے۔

یہ تو حدود میں عورتوں کی شہادت کے بارے میں بیان تھا۔

حدود وقصاص کے علاوہ باقی معاملات میں عورت کی گواہی :

اِس کے سوا اُن کے اَور معاملات میں کیا اِختیارات ہوں گے وہ مثلاً عرض ہے۔ بحر الرائق میں ہے کہ:

''نکاح، طلاق، وصیت، وکالت اَور نسب وغیرہ میں لین دین کے معاملات میں ہر جگہ عورتوں اَور مرد کی مِلا کر شہادت معتبر ہے کیونکہ عورتیں شہادت دینے کی اہلیت رکھتی ہیں کسی واقعہ کا مشاہدہ کرنا اُسے یاد رکھنا، اُسے دہرا سکنا، یہ سب باتیں اُن میں بھی ہوتی ہیں اَور بھول چوک کا احتمال بھی جہاں دو عورتیں ہوں نہیں رہتا عقل اَور سمجھ کی کمی کوئی غیر معمولی نہیں ہوتی ہے ورنہ اللہ تعالیٰ ضرور اُنہیں مردوں سے کم درجہ میں گناہ کا بھی مکلّف قرار دیتے لیکن ایسا نہیں ہے۔ وہ اَحکامِ اِلٰہیہ کی اِسی طرح مکلّف ہوتی ہیں جیسے مرد ہوتا ہے اَلبتہ کچھ فرق ضرور ہوتا ہے اُن کی یہی کمی حدود میں ملحوظ رکھی جاتی ہے۔''

(اَلبحر الرائق ص ۶۲ ج ہفتم)

مرد کے بغیر صرف عورت کی گواہی :

اَور ایسے معاملات میں جو عورتوں کے متعلق ہوں عورتیں ہی اُنہیں جان سکتی ہوں صرف عورتوں کی گواہی کافی ہوتی ہے یہ مسئلہ تمام کتبِ فقہ وحدیث میں ہے۔

عورت علم وفضل، تحریر واِنشاء ووٹ، جج :

عورتیں محدث بھی گزری ہیں اُن سے مردوں نے سندِ حدیث لی ہے۔ اِمام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب کا ایک نسخہ اُن کی محدث شاگرد کریمہ بنتِ اَحمد سے لیا گیا ہے۔ آخری دَور میں حضرت شاہ عبدالغنی صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی صاحبزادی محدث گزری ہیں اُنہوں نے ۱۹۴۸ء کے قریب مدینہ منورہ میں وفات پائی اُن سے بہت سے علماء نے اِجازتِ حدیث لی ہے۔

☆ عورتوں کا ووٹ بھی ایک کا ایک ہی شمار ہوگا۔ اِس پر آج کے دَور کے علماء کا اِتفاق ہے۔

☆ عورتیں جج بھی ہوسکتی ہیں لیکن وہ حدود کے بارے میں فیصلے نہ دیں گی اَور باپردہ رہیں گی۔

(اَلبحر الرائق ص ۵ ج ۷ ۔ فتح القدیر ص ۴۸۵ ج ۵)

موجودہ قانون اپیل کی سماعت :

موجودہ قانون میں قاتل اَور مقتول دونوں کے گھر برباد ہوتے ہیں۔ اِسلامی قانون میں ورثۂ مقتول کو تباہی سے بچالیا جاتا ہے نیز اِسلامی قانون میں اپیل گورنر یا سربراہِ مملکت یا قاضی القضاۃ سن سکتا ہے لیکن وہ صرف یہ دیکھے گا کہ فیصلہ میں شرعی نقطۂ نظر سے کوئی غلطی تو نہیں ہوئی جیسے آج کل سپریم کورٹ میں ہوتا ہے کیونکہ ہر قاضی کے فیصلے ہائی کورٹ کے درجہ کے ہوتے ہیں۔ نیز اِسلام میں قیدیوں کے ساتھ کسی قسم کی بدسلوکی اَور بدزبانی کی اِجازت نہیں۔

اِنتباہ :

آخر میں عرض ہے کہ ایسے مسائل جو قرآن ، حدیث ، فقہ میں طے شدہ ہیں اُنہیں شوری یا اِسمبلی میں پاس کرانا عوام کے لیے اِن پر بحث کے دروازے کھولنا گناہِ عظیم ہے اِس میں دُوسری خرابی یہ بھی ہے کہ قانونِ اِسلامی کے نفاذ میں بلا وجہ تاخیر ہوتی ہے اَور یہ بھی گناہِ کبیرہ ہے۔ اِس سے حکومت کو باز رہنا چاہیے۔

حامد میاں غفرلہٗ

۲۷ر فروری ۱۹۸۳ء

﴿ جاری ہے ﴾

ماہنامہ اَنوار مدینہ لاہور میں اِشتہار دے کر آپ اَپنے کاروبار کی تشہیر
اَور دینی اِدارہ کا تعاون ایک ساتھ کر سکتے ہیں !

نرخ نامہ

بیرون ٹائٹل مکمل صفحہ	2000		اَندرون رسالہ مکمل صفحہ	1000
اَندرون ٹائٹل مکمل صفحہ	1500		اَندرون رسالہ نصف صفحہ	500

قسط : ۱۵

اَنفاسِ قدسیہ

قطبِ عالم شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین احمد صاحب مدنی رحمہ اللہ کی خصوصیات

﴿ حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب رحمہ اللہ بجنوری ﴾
فاضل دارُالعلوم دیوبند و خلیفہ مجاز حضرت مدنی رحمہ اللہ

❁ ❁ ❁

تسلیم ورَضاء :

یہ وہ مقام ہے جس کو صوفیاء اپنی اِصطلاح میں ''فناء فی اللہ'' کہتے ہیں۔ظاہر ہے کہ یہ کوئی معمولی مقام نہیں ہے لہٰذا قبل اِس کے کہ ہم حضرت شیخ الاسلام رحمہ اللہ کے مقامِ فنائیت یا تسلیم ورَضاء کو بیان کریں ضروری ہے کہ مقامِ فنائیت یا تسلیم و رضاء کی ضروری تشریحات کر دیں تا کہ حضرت شیخ الاسلام رحمہ اللہ کا مقامِ فنائیت عقیدت سے نکل کر حقیقت کے درجے میں آجائے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں مقامِ فنائیت یا تسلیم ورَضاء اِس طرح بیان فرمایا ہے :

اِنَّ صَلٰوتِیْ وَ نُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ . (الآیۃ)

''میری نماز اَور قربانی میرا جینا اَور میرا مرنا سب اللہ رب العالمین ہی کے لیے ہے۔''

صوفیاءِ کرام رحمہم اللہ نے اِسی چیز کو اپنی زبان میں اِس طرح بیان کیا ہے :

وَیُقَالُ الشَّوْقُ نَارُاللّٰہِ اَشْعَلُھَا فِیْ قُلُوْبِ اَوْلِیَائِہٖ حَتّٰی یُحَرِّقُ بِھَا مَا فِیْ قُلُوْبِھِمْ مِنَ الْخَوَاطِرِ وَالْاِرَادَاۃِ وَالْعَوَارِضِ وَالْحَاجَاتِ . الخ

(اِحیاء العلوم ج ۴ ص ۳۰)

''شوق (تسلیم ورَضاء) اللہ تعالیٰ کی محبت کی آگ ہے جس کو اللہ تعالیٰ اپنے اَولیاء کے قلوب میں جلاتا ہے کہ اُس کی وجہ سے قلوب میں اللہ کے سوا اِرادے اَور وَساوس اَور حاجتیں وغیرہ جل جاتی ہیں یعنی ختم ہو جاتی ہیں۔''

جب مشاہدہ حق میں یہ مقام حاصل ہوجاتا ہے تو وہ اِنسان آنحضرت ﷺ کے اِس اِرشاد کا مصداق ہوجاتا ہے :

کُنْتُ سَمْعُهُ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِهٖ وَ بَصَرُهُ الَّذِیْ یَبْصُرُ بِهٖ . (رواہ البخاری)

''میں اُس کا کان ہوجاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اَور آنکھ ہوجاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے اِسی مقام کو قرآنِ پاک میں اِس طرح بیان کیا ہے :

وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰـکِنَّ اللّٰهَ رَمٰی. (سُورۃ الانفال آیت ۱۷)

''جب آپ نے دُشمنوں کی طرف ایک مٹھی ریت پھینکا وہ آپ ﷺ نے نہیں پھینکا تھا بلکہ اللہ تعالیٰ نے پھینکا تھا۔''

اَلحاصل مقامِ تسلیم ورَضاء یا فناء فی اللہ نہایت اُونچا اَور بلند مقام ہے اَور اِنسان کے غایت درجہ تقرب الی اللہ پر دَلالت کرتا ہے، اِسی مقام کو شریعت کی اِصطلاح میں ''مقامِ عبودیت'' کہتے ہیں جب کسی اِنسان کے قلب میں اللہ تعالیٰ کی عظمت رَچ جاتی ہے تو اُسکو اپنی بندگی کا اِحساس ہر آن رہنے لگتا ہے اَور اُسکا کوئی فعل یا عمل مرضیاتِ باری کے خلاف نہیں ہوتا اَور یہ کیفیت اُسی وقت حاصل ہوتی ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کا تصور ہمہ وقت اَور اپنی مجبوری ہمہ وقت مستحضر رہے یہی اِنسان کی معرفت ہے جس کے بارے میں فرمایا ہے :

مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ. (الحدیث)

''جس نے اپنی عبدیت کو محسوس کرلیا اُس نے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرلی۔''

اَور یہ بات اُسی وقت حاصل ہوتی ہے کہ نہ اپنا سونا سونا، نہ اپنا جاگنا جاگنا، نہ اپنی راحت راحت، نہ اپنی حاجت حاجت، نہ اپنا اِرادہ اِرادہ، اِسی چیز کو اِنَّ صَلٰوتِیْ وَ نُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ میں بیان کیا ہے جب یہ حالت اَور کیفیت کسی بندہ کی ہوجاتی ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُس کے لیے اِعلان ہے :

اَلَا اِنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰهِ لَاخَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ. (سُورہ یُونس ۶۲)

''خبردار ہوجاؤ! اللہ کے دوستوں کو نہ خوف ہوگا اَور نہ غمگین ہوں گے۔''

تسلیم و رضاء اَور فنائیت کی ایک جھلک اِس مختصر حدیث میں بیان فرمائی ہے :

آنحضرت ﷺ نے صحابہ کرامؓ سے سوال کیا کہ تمہارے اِیمان کی کیا علامت ہے تو اُنہوں نے عرض کیا :

نَصْبِرُ عَلَی الْبَلَاءِ وَنَشْکُرُ عَلَی الرَّخَآءِ وَنَرْضٰی بِمَوَاقِعِ الْقَضَآءِ . (الحدیث)

''بلایا پر صبر کرتے ہیں اَور فراخی میں شکر کرتے ہیں اَور اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر راضی رہتے ہیں۔''

بادی النظر میں صبر و شکر نہایت معمولی چیز معلوم ہوں گے لیکن حقیقت اِس کے خلاف ہے کیونکہ بلایا اَور مصائب میں صبر حقیقی کرنا اَور فراخی اَور کشادگی میں شکر کرنا اَور اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر اِظہارِ رضامندی کرنا نہایت ہی دُشوار ہے۔ میں اِن تینوں کی تعبیر غلامانہ ڈیوٹی کے اَنجام دینے سے کرتا ہوں اَور میرے خیال میں یہی ترجمہ صحیح معلوم ہوتا ہے جس کو اِحیاء العلوم کی مذکورۃ الصدر عبارت میں بیان کر چکا ہوں، یاد رہے فراخی میں شکر آسان ہے لیکن مصائب میں صبر اَور توکل مشکل ہے۔ اِس موقع پر اَنبیاء علیہم السلام بھی مَتٰی نَصْرُ اللّٰهِ پکار اُٹھتے ہیں اللہ تعالیٰ آزمائش سے محفوظ رکھے، آمین۔

حضرت شیخ الاسلامؒ نے مصائب اَور بلایا پر جس طریقہ سے صبر کیا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے، مصائب اَور بلایا میں مسکراتے ہوئے آپ ہی کو دیکھا ہے۔

آپؒ مالٹا میں مقید تھے کہ مدینہ منورہ میں لختِ جگر اَور محرمِ راز کا اِنتقال ہوگیا اَور برادرِ حقیقی اَور والدِ محترم کا اِنتقال اَیڈریانوپل میں ہوگیا تب اُف نہ کیا۔

قیامِ مدینہ منورہ میں بھوکے پیاسے رہے لیکن کسی سے اِظہار نہ کیا اَور اپنی وضع داری پر قائم رہے، ہندوستان کی جنگِ آزادی میں قید و بند کی سختیاں برداشت کیں کبھی کسی سے مصائب کا تذکرہ بھی نہ کیا، غنڈوں نے پتھروں اَور تلواروں سے حملہ کیا تب مسکراتے رہے، اِس کا نام ہے بلایا اَور مصائب پر صبر، اِس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فتوحات کا دروازہ کھول دیا اَور رجوعِ عامہ کا سلسلہ شروع ہوا تو ہمہ وقت شکرِ پروردگار اَور ذکر و شغل میں اَور درس و تدریس میں مشغول رہے اَور قرآنِ پاک کی اِس آیت کا مصداق بن گئے۔

یُسَبِّحُوْنَ الَّیْلَ وَالنَّھَارَ لَا یَفْتُرُوْنَ .(سُورہ اَنبیاء آیت ۲۰)

''اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا اَور ذکر وفکر میں دِن رات مشغول رہتے ہیں اَور کسی وقت اُن سے غافل نہیں ہوتے۔''

حضرت شیخ الاسلام ؒ کو طویل اَسفار نہ اِس سے مانع رہے اَور نہ لوگوں کا اژدھام ہی حائل ہوا۔ دو دو تین تین بجے تک تقریر کا سلسلہ رہا، دُنیا بستروں کو تلاش کرتی یہ مجاہدِ جلیل ہاتھ باندھ کر حق سبحانہٗ تعالیٰ کے حضور میں حاضر ہو جاتا۔

اِمام غزالی ؒ فرماتے ہیں کہ جب قلب پر اللہ تعالیٰ کی محبت کا غلبہ ہو جاتا ہے تو آدمی مقامِ رضا کو حاصل کرتا ہے اِس حالت وہ اپنی تکلیف کو تکلیف محسوس نہیں کرتا بلکہ

اَحَدُھُمَا اَنْ یُّبْطِلَ الْاِحْسَاسُ بِالْاَلَمِ حَتّٰی یَجْرِیْ عَلَیْہِ الْمُوْلِمُ وَلَایَحُسُّ وَتُصِیْبُہ' جَرَاحَةٌ وَلَا یُدْرِکُ اَلَمُھَا .(اِحیاء العلوم ج۴ ص ۳۳۷)

''اِس کا احساس اَلم کا اَور اِدراک کرنے سے باطل ہو جاتا ہے یہاں تک کہ اُس کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اُس کا اِحساس نہیں ہوتا اَور کوئی زخم پہنچتا ہے تو اُس کا اِدراک ہی نہیں ہوتا۔''

جیسا کہ اِنتہائی خوف کی حالت میں یا غصہ کی حالت میں کوئی زخم ہو جائے یا چوٹ لگ جائے تو پتہ ہی نہیں چلتا بلکہ اُس وقت معلوم ہوتا ہے جب خون نکل آتا ہے چنانچہ صحابہ کرامؓ کے بارے میں منقول ہے کہ حالتِ نماز میں ہیں دُشمن تیر پر تیر مار رہا ہے مگر مشاہدہ حق میں اِس قدر مشغول ہیں کہ تکلیف کا اِحساس ہے ہی نہیں، چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے کہ تیر نماز کی حالت میں لگتا پتہ نہیں چلتا تھا جب نماز سے فارغ ہوتے تو معلوم ہوتا اَور دَرد محسوس ہوتا۔ ایسے ہی دُوسرے صحابہ کرامؓ کے بارے میں ہے اَور کیوں نہ ہو کہ جبکہ زنانِ مصر نے حضرت یوسف علیہ السلام کے مشاہدہ جمال میں مستغرق ہو کر اپنے ہاتھوں کو کاٹ ڈالا تھا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اِرشاد فرماتا ہے : وَقَطَّعْنَ اَیْدِیَھُنَّ اُنہوں نے اپنے ہاتھوں کو کاٹ ڈالا۔ یہ اُس وقت کا واقعہ ہے جبکہ زنانِ مصر کو زُلیخا نے مدعو کیا تھا اَور ایک ایک پھل اَور چھری ہر ایک کے ہاتھ میں دے دی اَور پھل تراشنے کو کہا اَور اُدھر یوسف علیہ السلام کو پردہ سے باہر نکالا تو زنانِ مصر ایسی مبہوت ہوئیں کہ

اپنے ہاتھوں کو کاٹ ڈالا اَور اِحساس نہ ہوا۔

لٰہذا اَندازہ لگائیے کہ جب اِنسانی حسن و جمال میں مستغرق اِنسان اپنے اِحساس اَور اِدراک کو کھو بیٹھتا ہے تو جن حضرات کو اللہ تعالیٰ کے حسن و جمال وتجلیات و اَنوار کا مشاہدہ حاصل ہے اُن کا کیا عالم ہوگا ؟ ظاہر ہے اُن کی حالت ہمارے خیال و وہم میں بھی نہیں آسکتی جیسا کہ اَبھی آپ نے صحابۂ کرامؓ کے واقعات میں ملاحظہ فرمایا۔

حضرت شیخ الاسلامؒ نے ایک مرتبہ میرٹھ اسٹیشن پر مغرب کی نماز اَدا کی ، اِدھر نماز کی نیت باندھی اُدھر گاڑی نے سیٹی دے دی جو جلد باز حضرات تھے نیت توڑ توڑ کر گاڑی میں سوار ہو گئے لیکن حضرتؒ نے نہایت اِطمینان سے نماز اَدا فرمائی اَور دُعا مانگ کر گاڑی میں سوار ہوئے۔ خدام میں سے کسی نے حضرتؒ سے سوال کیا حضرتؒ ! ہم لوگوں کو سیٹی کی آواز سن کر اِتنی بے تابی کیوں ہوگئی تھی ، حضرتؒ نے فرمایا بھائی اگر میں بھی سیٹی کی آواز سنتا تو میری بھی ایسی ہی حالت ہو جاتی۔

بہ بست دیدۂ مجنون زخویش و بیگانہ
چہ آشنا نگہۂ بود چشم لیلیٰ را

ایک اُردو کے شاعر نے اِس مضمون کو بہت خوب باندھا ہے :

نہ عرض کسی سے نہ واسطہ ، مجھے کام اپنے ہی کام سے
ترے ذکر سے ترے شکر سے ، تیری یاد سے تیرے نام سے

اِس کا نام ہے حواس کا مشاہدۂ اِلٰہی میں معطل اَور بیکار ہو جانا

اِنَّ الْمُحَبَّةَ لِلرَّحْمٰنِ سُکْرِیْ
وَھَلْ رَاَیْتَ مُحِبًّا غَیْرَ سُکْرَانٖ

اِمام غزالیؒ نے مذکورۃ الصدر عبارت میں فرمایا ہے کہ اِس مقام پر پہنچ کر اِنسان اپنے اِرادہ پر قادر نہیں ہوتا جیسا کہ حدیث اَور آیتِ شریفہ سے ظاہر ہے۔

چنانچہ ایک مرتبہ حضرت مولانا رائے پوری صاحب مدظلہٗ اَور حضرت شیخ الحدیث صاحب مدظلہٗ دیوبند حضرت کی ملاقات کے لیے تشریف لائے ، دونوں حضرات نے حضرت سے درخواست کی کہ حضرت

اَب آپ بہت ضعیف اَور کمزور ہوگئے ہیں اَسفار بند کردیجیے۔ حضرت نے جواب دیا کہ اگر میرے بس کی بات ہوتو اَسفار بند کردُوں۔ ملاحظہ فرمائیے اَسفار بند کرنے پر بھی آپ کو اِختیار نہیں ہے بلکہ کوئی دُوسری طاقت اَسفار کرنے پر مجبور کرتی ہے۔

اِمام غزالیؒ فرماتے ہیں :

وَاَمَّا الثَّانِیْ فَھُوَ اَنْ یُّحِسَّ بِہٖ وَیُدْرِکَ اَلَمَہٗ وَلٰکِنْ یَّکُوْنُ رَاضِیًابِہٖ بَلْ رَاغِبًا فِیْہِ .(اِحیاء العلوم ج ۴)

''دُوسری قسم یہ ہے کہ دَرد اَور تکلیف کا اِحساس تو ہو لیکن اُس تکلیف سے راضی ہو بلکہ وہ دَرد اَور تکلیف اُس کی مرغوب فیہ بن گئی ہو۔''

چنانچہ ایک مرتبہ خدام نے عرض کیا کہ حضرت اَب آپ اَسفار بند کردیں اِس لیے کہ لیگی غنڈے آپ کو اَذیتیں اَور تکالیف پہنچاتے ہیں اَور جان کے دُشمن ہیں۔ تو فرمایا: بھائی تم کہتے ہو اِس میں بڑی اَذیتیں اَور تکالیف ہیں لیکن یہ اَذیتیں اَور مصائب جو دِی جاتی ہیں یا اُٹھانی پڑتی ہیں میرے لیے عین راحت ہیں۔ (حیاتِ شیخ الاسلامؒ ص۲۲۶)

آخری زمانے میں مستقل گھٹنوں میں درد رہتا تھا لیکن برابر دَرس کے لیے دارُالحدیث کی بالائی عمارت پر تشریف لے جاتے تھے اَور کسی پر اپنی تکلیف کو ظاہر نہ ہونے دیتے تھے۔

جس سال فالج ہوا ڈاکٹر نے ٹھنڈی ہوا سے بچنے حتی کہ گرمیوں میں بجلی کا پنکھا بھی اِستعمال نہ کرنے کی ہدایت کی لیکن جب دَرسِ حدیث میں تشریف لے جاتے تو طلباء سے فرماتے کہ آپ لوگ پنکھا کھول لیا کریں۔

مرض الوفات میں تین چار مہینہ تک مبتلا رہے اَور تکلیف کا اَثر چہرے سے معلوم ہوتا تھا لیکن جب راقم الحروف عیادت کے لیے حاضر ہوا تو فرمایا کہ میں تو بہت اچھا ہوں۔

ایک مرتبہ ٹانڈہ میں رمضان المبارک کے موقع پر دو ڈھائی گھنٹہ رات کو تراویح میں قرآن شریف تلاوت فرمایا اَور حالت یہ کہ شدت کا بخار چڑھا ہوا تھا لیکن اُسی مخصوص اَنداز اَور اُسی آواز سے تلاوت فرمایا جیسا کہ حالتِ صحت میں پڑھتے تھے۔ لوگوں کو اُس وقت بخار کا اِحساس ہوا جب حضرت تراویح ختم کر کے

زنان خانہ میں تشریف لے جانے لگے تو قدموں میں معمولی سی لغزش تھی۔

اِسی طرح مرض الوفات میں ڈاکٹر نے منع کر دیا کہ آپ باہر تشریف نہ لے جایا کریں لیکن باوجود اِنتہائی روک تھام کے آپ مہمان خانہ میں تشریف لا کر نماز جماعت سے اَدا فرماتے تھے۔ ڈاکٹروں کا کہنا تھا ہم کو تعجب ہے کہ حضرتؒ کس طاقت کے ذریعے زِندہ ہیں اِس لیے کہ ہمارا فن یہ کہتا ہے کہ اِس حالت میں آدمی زِندہ نہیں رہتا لیکن حضرتؒ باوجود اِس حالت کے کھڑے ہو کر نماز پڑھتے تھے جماعت کے لیے تشریف لاتے تھے، کوئی عیادت کے لیے آتا اُس سے ملاقات کرتے اَور بات چیت کرتے تھے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے اِس گوشۂ زندگی کو حضور ﷺ کی حیاتِ طیبہ کے اُس گوشہ میں ملاحظہ فرمایئے کہ حضور ﷺ مرض الوفات میں مبتلاء ہیں، شدت کا بخار چڑھا ہوا ہے غش پر غش آرہے ہیں لیکن مسجدِ نبوی میں تشریف لا رہے ہیں۔

یہ ہے تکلیف کے اِحساس کا ختم ہو جانا اَور معبودِ حقیقی کی رضا میں فنا ہو جانا اِس کا نام ہے فناء فی اللہ۔

حضرت مولانا محمد اِسماعیل صاحب خلیفہ حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ جیل کے ساتھیوں نے حضرت سے عرض کیا حضرت کوئی وظیفہ بتلا دیجئے تاکہ یہاں سے رہائی ملے چنانچہ حضرت جس کو وظیفہ بتلاتے وہ آزاد ہو جاتا۔ میں نے حضرت سے عرض کیا کہ حضرت آپ اپنے لیے بھی دُعا کیجئے تو فرمایا کہ تسلیم و رضا بھی کوئی چیز ہے۔

میں عرض کر چکا ہوں کہ مقامِ تسلیم و رضا میں نہ اپنی خوشی خوشی، نہ اپنا غم غم، بلکہ ہر حال میں محبوبِ حقیقی کی خوشی مدِ نظر ہوتی ہے اَور اُس کی تعمیل حکم ہی اپنا مقصودِ حیات ہوتا ہے اُن کا اِرادہ ہی اپنا اِرادہ ہوتا ہے۔ یہ چیز بھی حضرت شیخ الاسلامؒ کی زندگی میں نمایاں طور پر پائی جاتی ہے۔ اے عزیز! یہ بہت ہی پُر خار وادِی ہے بس اللہ تعالیٰ سلامتی اِیمان نصیب فرمائے۔

دُنیا کے ماں باپ کا دستور ہے بلکہ دِلی خواہش ہوتی ہے کہ وہ اَولاد کی شادی بیاہ کریں اَور اُس کی خوشی اپنی آنکھوں سے دیکھیں، چنانچہ مولانا سیّد محمد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں :

حضرتؒ نے زمانہ اَسارت ہی میں صاحبزادہ عالیجاہ مولانا اَسعد صاحب کا عقد کر دیا تھا۔ حضرت سے وجہ دریافت کی گئی تو مشکوۃ شریف کی مندرجہ ذیل حدیث سنائی :

مَنْ وُّلِدَ لَهٗ فَلْيُحْسِنِ اسْمَهٗ وَاَدَّبَهٗ فَاِذَا بَلَغَ فَلْيُزَ وِّجْهُ الخ (الحديث)

''جس شخص کے بچہ پیدا ہو اُس کا فرض ہے کہ اُس کا اچھا نام رکھے اَور اَدب سکھائے اَور جب بالغ ہو جائے تو اُس کا نکاح کر دے۔''

(حسین احمد نمبر مرتب : محمد یوسف نہٹوری ١٩٤٤ء)

ملاحظہ فرمایئے آنحضرت ﷺ کے حکم کی تعمیل کا کتنا بڑا اِہتمام کیا ہے کہ اپنی خوشی کو حضور علیہ السلام کی خوشی میں اَور حکم میں فنا کر دیا، اِسی کا نام ہے عبدیت اَور فنائیت لیکن اے عزیز! یہ دُشوار وادِی ہے، اللہ تعالیٰ سلامتی اِیمان نصیب فرمائے، آمین۔ (جاری ہے)

وفیات

١٤ر رمضان المبارک کو خیبر پختونخواہ بنوں میں مولانا حضرت علی صاحبؒ المعروف خطیب صاحب اِنتقال فرماگئے۔ حضرت مولانا دارُ العلوم دیوبند کے فاضل اَور حضرت شیخ الاسلامؒ کے شاگرد تھے بڑے حضرتؒ کے بھی دارُ العلوم دیوبند میں ہم سبق رہے ہیں۔ حضرتؒ کی وفات اہلِ بنوں کے لیے بہت بڑا حادثہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اُن کی دینی خدمات کو قبول فرما کر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے اُن کے پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق بخشے اَور اُن کی وفات سے پیدا ہونے والے خلاء کو پُر فرمائے، آمین۔

٢٩ر جولائی کو جامعہ مدنیہ جدید کے سابق خادم ظہور احمد کی والدہ اَچانک دورانِ نماز وفات پا گئیں۔

١٨ر اگست کو جامعہ مدنیہ جدید کے چوکیدار عبدالعزیز حارس کے بڑے بھائی بٹگرام میں وفات پا گئے۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ

اللہ تعالیٰ جملہ مرحومین کی مغفرت فرمائے اَور لواحقین کو صبر جمیل کی توفیق عطاء فرمائے، جامعہ مدنیہ جدید اَور خانقاہِ حامدیہ میں مرحومین کے لیے اِیصالِ ثواب کرایا گیا اللہ تعالیٰ قبول فرمائے، آمین۔

قسط : ۱

پردہ کے اَحکام

﴿ اَز افادات : حکیم الامت حضرت مولانا اَشرف علی صاحب تھانویؒ ﴾

''پردہ'' اِنسان کی فطری ضرورت ہے، سلیم الفطرت عورت کی حیاء وشرم کا طبعی تقاضا ہوتا ہے کہ اَپنوں کے سوا غیروں سے پردہ میں رہے بلکہ ایک حد تک اِنسان کا اپنے کو پردہ میں رکھنا اِنسانیت کا فطری تقاضا ہے۔ بے حیائی، بے پردگی اَور عریانیت کو کوئی شریف اِنسان گوارہ نہیں کرتا۔ شرعی پردہ کے مختلف درجات ہیں: پردہ اپنی ذات سے بھی ہوتا ہے اَور گھر والوں سے بھی، رشتہ داروں سے بھی، اَجنبیوں سے بھی اَور پردہ عورتوں سے بھی ہوتا ہے، ہر ایک کے پردہ کے حدود واَحکام ہیں۔

اِس مجموعہ میں حضرت حکیم الامت تھانویؒ کے جملہ اِفادات، ملفوظات، مواعظ، تصانیف فتاوی کو کھنگال کر پردہ سے متعلق جملہ ضروری مباحث کو عقل ونقل کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے جس کو پڑھنے سے اَندازہ ہو سکے گا کہ واقعتاً پردہ اِنسان کی فطرت و عقل کا تقاضا ہے۔ نیز پردہ کی مشکلات، ضرورت کے مواقع، ایک گھر میں رہتے ہوئے پردہ کی دُشواریاں اَور اُس کا حل وغیرہ وغیرہ ضروری مباحث کو تفصیل سے اِس مجموعہ میں ذکر کیا گیا ہے۔ نیز زینت اَور اُس کی اَحکام کی تفصیل، غیر عورتوں سے پردہ کی حد اَور اُن سے علاج کرانے سے متعلق ضروری ہدایات۔ اللہ پاک زائد سے زائد مسلمانوں کو اِس سے اِستفادہ کی توفیق نصیب فرمائے، آمین۔

پردہ، لباس اَور زِینت سے متعلق اَحادیثِ نبویہ :

☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر تھے کہ حضور ﷺ نے سب سے دریافت فرمایا کہ بتلاؤ عورت کے لیے کون سی بات سب سے بہتر ہے۔ اِس پر صحابہ کرام

رضی اللہ عنہم خاموش ہو گئے اَور کسی نے جواب نہ دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے واپس آکر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ عورتوں کے لیے سب سے بہتر کیا بات ہے؟ حضرت فاطمہؓ نے فرمایا نہ وہ مردوں کو دیکھیں نہ مرد اِن کو دیکھیں۔ میں نے یہ جواب رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا فاطمہؓ میری لختِ جگر ہے (اِسی لیے وہ خوب سمجھیں)۔ (رواہ البزار۔ دَار قطنی فی الافراد)

☆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے اِرشاد فرمایا کہ عورتوں کے لیے گھر سے باہر نکلنے میں کچھ حصہ نہیں مگر یہ کہ مجبور و مضطر ہوں (یعنی بغیر ضرورت و مجبوری کے عورتوں کو گھر سے باہر نہیں نکلنا چاہیے) اِسی حدیث میں یہ بھی ہے کہ عورتوں کے لیے راستوں میں چلنے کا کوئی حق نہیں سوائے کنارہ پر چلنے کے۔ یعنی اگر ضرورت میں باہر نکلنا اَور راستہ میں چلنا ہو تو کنارہ کنارہ چلیں۔ (طبرانی فی الکبیر)

☆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عورت شیطان کی صورت میں سامنے آتی ہے اَور شیطان کی صورت میں واپس جاتی ہے۔ (رواہ مسلم)

☆ حضرت اَبو موسیٰ اَشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو عورت عطر و خوشبو لگا کر مردوں کے پاس سے گزرے تاکہ وہ اُس کی خوشبو سونگھیں وہ عورت زِنا کار ہے اَور ہر آنکھ جو اُس کو دیکھے زِنا کار ہے۔ (رواہ النسائی وابن خزیمہ)

☆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عورت سراپا پوشیدہ رہنے کے قابل ہے، جب وہ باہر نکلتی ہے تو شیطان اُسکی تاک میں لگ جاتا ہے۔ (رواہ الترمذی)

یہ حدیث نہایت بلاغت اَور وضاحت سے عورت کو پوشیدہ رہنے کی تاکید اَور باہر نکلنے کو شیطانی فتنہ کا سبب ہونا بیان کر رہی ہے۔

☆ حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ اَور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر تھیں کہ اِتنے میں عبداللہ بن اُمِ مکتوم (نابینا صحابی) رضی اللہ عنہ آئے اَور اَندر آنے لگے حضور ﷺ نے اِرشاد فرمایا کہ جاؤ تم دونوں پردہ میں ہو جاؤ۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ وہ تو نابینا ہیں ہم کو دیکھتے بھی نہیں۔ آپ ﷺ نے اِرشاد فرمایا کہ کیا تم بھی نابینا ہو کیا اُن کو تم نہیں دیکھتیں؟ (ابوداؤد)

دیکھیے باوجودیکہ اِس مقام پر خرابی کا کوئی قریب اِحتمال بھی نہ تھا کیونکہ ایک طرف اَزواجِ مطہرات ؓ جو مسلمانوں کی مائیں ہیں، دُوسری طرف نیک صحابی پھر وہ بھی نابینا۔ لیکن اِس پر بھی مزید احتیاط کے لیے یا اُمت کی تعلیم کے لیے آپ نے اپنی بیبیوں کو پردہ کرایا۔ تو جہاں پر ایسے موانع (رُکاوٹیں) نہ ہوں وہاں پر کیوں نہ پردہ قابلِ اہتمام ہوگا۔ (القول الصواب فی مسئلۃ الحجاب)

☆ حضرت اَبو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک طویل حدیث میں روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اِرشاد فرمایا کہ ہاتھ کا زِنا نامحرم کو پکڑنا ہے (اَور آنکھ کا زِنا نامحرم کو دیکھنا اَور زبان کا زِنا نامحرم سے بات کرنا ہے)۔ (بخاری و مسلم)

☆ حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کسی کے سر میں لوہے کی سوئی چبھودی جائے یہ اِس سے بہتر ہے کہ وہ ایسی عورت کو چھوئے جو اُس کے لیے حلال نہیں۔ (طبرانی، حاکم، بیہقی)

☆ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی شخص کسی عورت سے تنہائی میں ہوتا ہے تو اُن کے ساتھ تیسرا ساتھی شیطان ضرور ہوتا ہے۔ (رواہ الترمذی)

☆ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے (عورت پر) اَچانک نظر پڑ جانے کے متعلق حکم دریافت کیا تو مجھ کو حضور ﷺ نے حکم دیا کہ فوراً نظر ہٹالو۔ (رواہ مسلم)

☆ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عورتوں کے پاس آنے جانے سے بچو۔ کسی نے کہا یا رسول اللہ ﷺ شوہر کے بھائی (یعنی دیور) وغیرہ کا کیا حکم ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا کہ شوہر کا بھائی تو موت ہے۔ (رواہ البخاری و مسلم)

☆ حضرت اَسماء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے اسماء! جب عورت بالغہ ہوجائے تو یہ جائز نہیں کہ مرد (محرم) اُس کے کسی عضو کو دیکھیں سوائے اِس کے۔ اَور حضور ﷺ نے اپنا چہرہ اَور ہتھیلیوں کی طرف اِشارہ فرمایا کہ بس اِن دونوں کو کھولنا جائز ہے۔

☆ ابن اَبی ملیکہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے عرض کیا گیا کہ ایک عورت مردانہ جوتا پہنتی ہے، فرمایا رسول اللہ ﷺ نے مردانی شکل بنانیوالی عورت پر لعنت فرمائی ہے۔ (ابوداؤد)

☆ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ کسی عورت کو جو اللہ تعالیٰ پر اَور قیامت کے دِن پر اِیمان رکھتی ہو یہ جائز نہیں کہ اپنے شوہر کے گھر میں اُس کی اِجازت کے بغیر کسی کو آنے دے۔ (طبرانی، حاکم، بیہقی)

نیز عورت کو شوہر کی مرضی کے خلاف باہر نکلنا بھی جائز نہیں اَور اِس بارے میں کسی کی اِطاعت بھی جائز نہیں۔

☆ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اِس سے منع فرمایا کہ عورتوں سے بغیر شوہروں کی اِجازت کے بات چیت کی جائے۔ (طبرانی)

☆ اَور حسن بصریؒ سے مرسلاً روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ مجھ کو یہ بات پہنچی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عورتیں اپنے محرموں کے سوا اَور مردوں سے بات نہ کریں۔ (رواہ ابن سعد)

☆ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے مرفوعًا روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تین شخص کبھی جنت میں داخل نہ ہوں گے: دیوث، مردانی شکل بنانی والی عورتیں اَور ہمیشہ شراب پینے والا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ دیوث کسے کہتے ہیں؟ فرمایا جس کو اِس کی پرواہ نہ ہو کہ اُس کی گھر والی عورتوں کے پاس کون آتا ہے کون جاتا ہے۔ (طبرانی فی الکبیر)

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتی ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف رکھتے تھے کہ ایک عورت قبیلہ مزینہ کی زیب و زینت کے لباس میں (یعنی بناؤ سنگار کے ساتھ) مٹکتی ہوئی مسجد میں آئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے لوگو! اپنی عورتوں کو زیب و زِینت کے لباس پہن کر مسجد وغیرہ میں مٹکنے سے روکو کیونکہ بنی اسرائیل پر اُس وقت تک لعنت نہیں کی گئی جب تک اُن کی عورتوں نے زیب و زِینت کا لباس پہن کر مٹکنا اِختیار نہیں کیا۔ (رواہ ابن ماجہ)

☆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مرد کو عورتوں کے درمیان چلنے سے منع فرمایا ہے۔ (رواہ اَبوداؤد)

☆ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں اَپنی اُمت کے لیے عورتوں سے زیادہ خطرناک کوئی فتنہ نہیں سمجھتا۔ (الفیض الحسن)

فقہاء و محققین کے اِرشادات :

جو اَحادیث اُوپر گزری ہیں اَور اُن سے جو اُصول مستنبط ہوئے جن کا حاصل فتنہ کا دروازہ بند کرنا ہے اُن کی بناء پر فقہاءِ اِسلام نے جو فتاوی اِرشاد فرمائے ہیں اُن میں سے بعض کو نمونہ کے طور پر نقل کیا جاتا ہے۔

☆ عورت کا جہری نماز میں پکار کر قراءت کرنا جائز نہیں۔

☆ عورت کا حج میں لبیک (آواز کے ساتھ) پکار کر کہنا جائز نہیں۔

☆ اگر عورت مقتدی ہو مثلاً اپنے شوہر یا محرم (بھائی باپ وغیرہ) کے پیچھے نماز پڑھ رہی ہے اَور اِمام کو کچھ سہو ہو گیا تو عورت کو زبان سے بتلانا جائز نہیں بلکہ ہاتھ پر ہاتھ مار دے تاکہ اِمام اُس کو سن کر سمجھ جائے کہ میں کچھ بھولا ہوں اَور پھر سوچ کر یاد کرلے۔

☆ جوان عورت کا نامحرم مرد کو سلام کرنا جائز نہیں۔

☆ جب زور سے قرآن اَور لبیک کہنا اَور اِمام کے سہو کے وقت سبحان اللہ کہنا جائز نہیں تو بلا ضرورت کلام کرنا، اَشعار سنانا یا خط و کتابت کرنا جو کہ بات چیت سے زیادہ جذبات کو بھڑکانے والا ہے یا اَخباروں میں مضمون دینا جیسا کہ آج کل رواج ہے کہ اپنا پتہ اَور نشان بھی لکھ دیا جاتا ہے، (یہ سب) کیسے جائز ہوگا۔

☆ اَجنبی عورت سے بدن دَبوانا جائز نہیں تو پھر اُس کا ہاتھ ہاتھ میں لینا جیسا کہ جاہل پیر بیعت کے وقت لیتے ہیں، کیسے جائز ہوگا۔

☆ اَجنبی عورت کے بدن سے ملے ہوئے کپڑے پر نفس کے میلان کے ساتھ نظر کرنا جائز نہیں۔

☆ آئینہ یا پانی پر جو کسی عورت کا عکس پڑتا ہو تو اُس کا دیکھنا جائز نہیں اِس بناء پر اُس کا (یعنی اَجنبی عورت کا) فوٹو دیکھنا جائز نہیں۔

☆ اَجنبی مرد کے سامنے کا بچا ہوا کھانا عورت کو کھانا یا اِس کا اُلٹ (یعنی عورت کا بچا ہوا مرد کو کھانا) اگر نفس کو اِس میں لذت ہو تو یہ کھانا مکروہ ہے۔

☆ رَضاعی (دُودھ شریکی) بھائی اَور داماد اَور اِسی طرح شوہر کا بیٹا (جو پہلی عورت سے ہو) گو یہ سب محارم میں سے ہیں (جن سے پردہ نہیں) مگر زمانہ کے فتنہ پر نظر کر کے اِن سب سے مثلِ نامحرم کے پردہ کرنا ضروری ہے۔ (باقی صفحہ ۵۱)

سالانہ اِمتحان وفاق المدارس العربیہ 1432ھ مطابق 2011ء میں جامعہ مدنیہ جدید کے 249 طلباء نے شرکت کی۔ جامعہ کے نمایاں کارکردگی والے طلباء کے اَسماءِ گرامی درجِ ذیل ہیں۔ (اِدارہ)

نمبر	نام	ولدیت	ضلع	حاصل کردہ نمبر	تقدیر	کوائف
1	ممتاز الحسن اَحسن	مولانا عبدالحق	گجرات	456	جید جدًا	اَوّل (عالمیہ)
2	شمریز الرحمٰن	عثمان علی	لاہور	430	جید جدًا	دوم (عالمیہ)
3	اَنیس الرحمٰن بھٹی	محمد عارف بھٹی	کراچی	419	جید جدًا	سوم (عالمیہ)
4	محمد سعد کلیم	کلیم اَصغر قریشی	لاہور	476	جید جدًا	اَوّل (موقوف علیہ)
5	نور الامین	محمد اَمین	قصور	422	جید جدًا	دوم (موقوف علیہ)
6	اِعجاز احمد	حبیب اللہ	سوات	391	جید جدًا	سوم (موقوف علیہ)
7	عبدالرؤف	غلام محمد	لاہور	378	جید جدًا	اَوّل (عالیہ)
8	محمد سلیم	عبدالقادر	چارسدہ	362	جید جدًا	دوم (عالیہ)
9	محمد نوید خان	اَیوب خان	مردان	355	جید	سوم (عالیہ)
10	شمشیر احمد	سیّد احمد	کوہاٹ	505	ممتاز	اَوّل (ثانویہ خاصہ)
11	حافظ عدنان	مسعود احمد	لاہور	438	جید جدًا	دوم (ثانویہ خاصہ)
12	محمد جمیل	عبدالحفیظ	لاہور	431	جید جدًا	سوم (ثانویہ خاصہ)
13	عبدالکریم	عبدالحیٔ	ٹانک	528	ممتاز	اَوّل (ثانویہ عامہ)
14	محمد زین العابدین	محمد زبیر خان	پشاور	525	ممتاز	دوم (ثانویہ عامہ)
15	نعیم الرحمٰن	سیف الرحمٰن	لاہور	486	ممتاز	سوم (ثانویہ عامہ)

قسط : ۳، آخری

حضرت اِمام حسین بن علی رضی اللہ عنہما

﴿ حضرت مولانا شاہ معین الدین صاحب ندویؒ ﴾

فضل و کمال :

آنحضرت ﷺ کی زندگی میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کم سن بچے تھے اِس لیے براہِ راست ذاتِ نبوی ﷺ سے اِستفادہ کا موقع نہ مِلا لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ جیسے مَجْمَعَ الْبَحْرَیْنِ علم و عمل باپ کی تعلیم و تربیت نے اِس کی پوری تلافی کر دی، تمام اَربابِ سیر آپ کے کمالاتِ علمی کے معترف ہیں۔ علامہ ابن عبدالبر، اِمام نووی، علامہ ابن اَثیر تمام بڑے بڑے اَربابِ سیر اِس پر متفق ہیں کہ حسین رضی اللہ عنہ بڑے فاضل تھے۔ (اِستیعاب ابن عبدالبر، تہذیب الاسماء نووی اَور اُسد الغابہ وغیرہ تراجم حسینؓ)

لیکن اَفسوس اِس اَجمالی سند کے علاوہ واقعات کی صورت میں اُن کمالات کو کسی سیرت نگار نے قلمبند نہیں کیا ہے۔

اَحادیثِ نبوی ﷺ :

حضرت حسین رضی اللہ عنہ خانوادۂ نبوی ﷺ کے رُکن رکین تھے اِس لیے آپ کو اَحادیث کا بہت بڑا حافظ ہونا چاہیے تھا لیکن صغرِ سنی کے باعث آپ کو اِس کے مواقع کم ملے اَور جو مِلے بھی اُس میں اَبھی آپ کا فہم و حافظہ اِس لائق نہ تھا کہ سمجھ کر محفوظ کر سکتے۔ اِس لیے براہِ راست آنحضرت ﷺ سے سُنی ہوئی مرویات کی تعداد کل آٹھ ہے (تہذیب الکمال ص ۸۳) جو آپ کی کم سنی کو دیکھتے ہوئے کم نہیں کہی جا سکتی اَلبتہ بالواسطہ روایات کی تعداد کافی ہے۔ آنحضرت ﷺ کے علاوہ جن بزرگوں سے آپ نے حدیثیں روایت کی ہیں اُن کے نام یہ ہیں : حضرت علیؓ، حضرت فاطمہ زہرہؓ، ہند بن اَبی ہالہ، عمر بن الخطابؓ وغیرہ۔ جن رُواۃ نے آپ سے روایتیں کی ہیں اُن کے نام یہ ہیں : آپؓ کے برادرِ بزرگ حضرت حسنؓ، صاحبزادہ علی اَور زید، صاحبزادی سکینہ، فاطمہ، پوتے اَبو جعفر الباقر، عام رُواۃ میں شعبی، عکرمہ، کرز التمیمی، سنان بن اَبی سنان دولی،

عبداللہ بن عمرو بن عثمان، فرزدق شاعر وغیرہ۔ (تہذیب التہذیب ج ۴ ص ۳۴۵)

فقہ وفتاوی :

قضاء و اِفتاء میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا پایہ تمام صحابہ میں بڑا تھا اِس موروثی دولت میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو بھی وافر حصہ مِلا تھا چنانچہ اُن کے معاصر اِن سے اِستفتاء کیا کرتے تھے ایک مرتبہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کو جو عمر میں اِن سے بڑے اَور خود بھی صاحبِ کمال بزرگ تھے، قیدی کی رہائی کے بارے میں اِستفتاء کی ضرورت ہوئی تو اُنہوں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی طرف رُجوع کیا اَور اُن سے پوچھا، اَبوعبداللہ قیدی کی رہائی کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے اُس کی رہائی کا فرض کس پر عائد ہوتا ہے، فرمایا اُن لوگوں پر جن کی حمایت میں وہ لڑا ہو۔

اِسی طرح ایک مرتبہ اُن کو شیر خوار بچہ کے وظیفہ کے بارے میں اِستفسار کی ضرورت ہوئی تو اُس میں بھی اُنہوں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی طرف رُجوع کیا آپ نے بتایا کہ پیدائش کے بعد ہی جب سے بچہ آواز دیتا ہے وظیفہ واجب ہوجاتا ہے۔

اِسی طریقہ سے کھڑے ہوکر پانی پینے کے بارے میں پوچھا آپؓ نے اِس سوال پر اُسی وقت اُونٹنی کا دُودھ دہا کر کھڑے کھڑے پیا، آپؓ کھڑے ہوکر کھانے میں بھی مضائقہ نہ سمجھتے تھے چنانچہ بھنا ہوا بکری کا گوشت لے لیتے تھے اَور کھاتے کھلاتے چلے جاتے تھے۔ (اِستیعاب ج ۱ ص ۱۴۸)۔

آپ کے تفقہ کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ فقیہ اعظم حضرت اِمام اَبوحنیفہؒ حضرت اِمام باقرؒ کے شاگرد تھے اَور حدیث و فقہ میں اُن سے بہت کچھ اِستفادہ کیا تھا اَور دینی علوم میں اِمام باقرؒ کو سلسلہ بہ سلسلہ اپنے اَسلاف کرامؒ سے بڑا فیض پہنچا تھا۔

خطابت :

اِن مذہبی کمالات کے علاوہ اُس عہد کے عرب کے مروجہ علوم میں پوری دستگاہ رکھتے تھے، خطابت اُس زمانہ کا بڑا کمال تھا، آپ کے والدِ بزرگوار حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے عہد کے سب سے بڑے خطیب تھے، نہج البلاغہ کے خطبات آپ کے کمالِ خطابت کے شاہد ہیں۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو بھی اِس موروثی کمال سے وافر حصہ مِلا تھا اَور اُن کا شمار اُس عہد کے ممتاز خطیبوں میں تھا، واقعہ شہادت کے سلسلہ میں آپ کے

بہت سے خطبات ہیں جن سے آپ کی خطابت کا پورا اَندازہ ہوتا ہے۔

شاعری :

اَدب اَور تذکرہ و تراجم کی کتابوں میں آپؓ کی جانب بہت سے حکیمانہ اَشعار منسوب ہیں لیکن اُن کی صحت مشکوک ہے۔

کلماتِ طیبات :

آپ کے کلماتِ طیبات اَور حکیمانہ مقولے اَخلاق و حکمت کا سبق ہیں۔ فرماتے تھے: سچائی عزت ہے، جھوٹ عجز ہے، رازدَاری اَمانت ہے، حق جوار قرابت ہے، اِمداد دوستی ہے، عمل تجربہ ہے، حسن خلق عبادت ہے، خاموشی زینت ہے، بخل فقر ہے، سخاوت دَولتمندی ہے، نرمی عقلمندی ہے۔ ایک مرتبہ آپؓ نے حسن بصریؒ سے چند اَخلاقی باتیں کیں وہ آپ کو پہچانتے نہ تھے اِس لیے یہ باتیں سن کر متعجب ہوئے، آپ جب چلے گئے تو لوگوں سے پوچھا یہ کون تھے، لوگوں نے کہا حسینؓ بن علیؓ، یہ سن کر حسن بصریؒ نے کہا تم نے میری مشکل حل کر دی یعنی اَب کوئی تعجب کی بات نہیں۔

فضائلِ اَخلاق :

آپؓ کی ذاتِ گرامی فضائلِ اَخلاق کا مجموعہ تھی۔ اَربابِ سیر لکھتے ہیں کہ

كَانَ الْحُسَيْنُ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ كَثِيْرَ الصَّلٰوةِ وَالصَّوْمِ وَالْحَجِّ وَالصَّدَقَةِ وَاَفْعَالِ الْخَيْرِ جَمِيْعًا .

''حضرت حسین رضی اللہ عنہ بڑے نمازی، بڑے روزہ دار، بہت حج کرنے والے، بڑے صدقہ دینے والے اَور تمام اعمالِ حسنہ کو کثرت سے کرنے والے تھے۔''

عبادت :

فضائلِ اَخلاق میں رأس الاخلاق عبادتِ الٰہی ہے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو تمام عبادات خصوصاً نماز سے بڑا ذوق تھا، اِس کی تعلیم بچپن میں خود صاحبِ شریعت علیہ الصلوۃ والتسلیم سے حاصل کی تھی۔ اِس تعلیم کا اَثر یہ تھا کہ آپ بکثرت نمازیں پڑھتے تھے۔ کثرتِ عبادت کی وجہ سے آپ کو بیویوں سے بھی ملنے کا کم

موقع ملتا تھا، ایک مرتبہ کسی نے اِمام زین العابدینؒ سے کہا تمہارے باپ کی اَولاد کس قدر کم ہے، آپ نے فرمایا اِس پر تعجب کیوں ہے، وہ رات و دِن میں ایک ایک ہزار نمازیں پڑھتے تھے عورتوں سے ملنے کا اُنہیں موقع کہاں ملتا تھا۔

یہ روایت مبالغہ آمیز ہے، اِس سے زندگی کی دُوسری ضروریات کے ساتھ ایک ہزار رکعتیں روزانہ پڑھنا ناممکن ہے، غالبًا راوی سے سہو ہو گیا ہے لیکن اِس سے اُن کی کثرتِ عبادات کا ضرور پتہ ملتا ہے، روزہ بھی کثرت کے ساتھ رکھتے تھے، تمام اَربابِ سیر آپ کی کثرتِ صیام پر متفق ہیں۔ حج بھی بکثرت کرتے تھے اَور اَکثر پیادہ حج کیے، زُہیر بن بکارؒ مصعبؒ سے روایت کرتے ہیں کہ حسین رضی اللہ عنہ نے پچیس حج پیادہ کیے۔

صدقات وخیرات :

مالی اِعتبار سے آپ کو خدا نے جیسی فارغ البالی عطا فرمائی تھی، اُسی فیاضی سے آپ اُس کی راہ میں خرچ کرتے تھے۔ ابنِ عساکرؒ لکھتے ہیں کہ حسین رضی اللہ عنہ خدا کی راہ میں کثرت سے خیرات کرتے تھے کوئی سائل کبھی آپ کے دَروازہ سے ناکام نہ واپس ہوتا تھا، ایک مرتبہ ایک سائل مدینہ کی گلیوں میں پھرتا پھراتا ہوا دَرِ دولت پر پہنچا، اُس وقت آپ نماز میں مشغول تھے، سائل کی صدا سن کر جلدی جلدی نماز ختم کرکے باہر نکلے، سائل پر فقر و فاقہ کے آثار نظر آئے، اُسی وقت قنبر خادم کو آواز دی قنبر حاضر ہوا آپ نے پوچھا ہمارے اِخراجات میں سے کچھ باقی رہ گیا ہے۔ خادم نے جواب دیا، آپ نے دَو سو دِرہم اہلِ بیت میں تقسیم کرنے کے لیے دیے تھے، وہ اَبھی تقسیم نہیں کیے گئے ہیں، فرمایا اُس کو لے آؤ اہلِ بیت سے زیادہ ایک مستحق آگیا ہے چنانچہ اُسی وقت دَو سو کی تھیلی منگا کر سائل کے حوالہ کردی اَور معذرت کی کہ اِس وقت ہمارا ہاتھ خالی ہے، اِس لیے اِس سے زیادہ خدمت نہیں کرسکتے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دَورِ خلافت میں جب آپ کے پاس بصرہ سے آپ کا ذاتی مال آتا تھا تو آپ اُسی مجلس میں اُس کو تقسیم کردیتے تھے۔

صدقات وخیرات کے علاوہ بھی آپؓ بڑے فیاض اَور سیر چشم تھے شعراء کو بڑی بڑی رقمیں دے ڈالتے تھے، حضرت حسن رضی اللہ عنہ بھی فیاض تھے لیکن آپ کی فیاضی برمحل اَور مستحق اشخاص کے لیے ہوتی تھی، اِس لیے اُن کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی بے محل فیاضیاں پسند نہ آتی تھیں، چنانچہ ایک مرتبہ اُن کو اِس غلط بخشی پر ٹوکا، حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ بہترین مال وہی ہے جس کے ذریعہ سے آبرو بچائی جائے۔

وقار وسکینہ :

سکینت اَور وقار آپ کا خاص وصف تھا، آپ کی مجلس وقار اَور متانت کا مرقع ہوتی تھی اَمیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک شخص سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی مجلس کا پتہ بتایا کہ جب تم رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں داخل ہو تو وہاں لوگوں کا ایک حلقہ نظر آئے گا اُس حلقہ میں لوگ ایسے سکون اَور خاموشی سے بیٹھے ہوں گے کہ گویا اُن کے سر پر چڑیاں بیٹھی ہوئی ہیں یہ اَبو عبداللہ (حسینؓ) کا حلقہ ہوگا۔

اِنکسار و تواضع :

لیکن اُس وقار وسکینہ کے باوجود تمکنت وخود پسندی مطلق نہ تھی اَور آپؓ حد درجہ خاکسار اَور متواضع تھے۔ اَدنیٰ اَدنیٰ اَشخاص سے بے تکلف ملتے تھے، ایک مرتبہ کسی طرف جارہے تھے راستہ میں کچھ فقراء کھانا کھا رہے تھے، حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر اُنہیں بھی مدعو کیا، اُن کی درخواست پر آپ فوراً سواری سے اُتر پڑے اَور کھانے میں شرکت کر کے فرمایا کہ تکبر کرنے والوں کو خدا دوست نہیں رکھتا اَور اُن فقراء سے فرمایا کہ میں نے تمہاری دعوت قبول کی ہے اِس لیے تم بھی میری دعوت قبول کرو اَور اُن کو گھر لے جا کر کھانا کھلایا۔

اِیثار و حق پرستی آپ کی کتاب فضائل اَخلاق کا نہایت جلی عنوان ہے اِس کی مثال کے لیے تنہا واقعہ شہادت کافی ہے کہ حق کی راہ میں سارا کنبہ تہِ تیغ کرادیا لیکن ظالم حکومت کے مقابلہ میں سپر نہ ڈالی۔

اِستقلالِ رائے :

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سراپا حِلم تھے آپ کے مزاج میں مطلق گرمی نہ تھی بنو ہاشم اَور بنو اُمیہ میں بہت قدیم رقابت تھی لیکن حسن رضی اللہ عنہ نے اِس رقابت کو بھی دِل سے فراموش کر دیا تھا اِس کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ بنی اُمیہ کے مقابلہ میں خلافت سے دست بردار ہو گئے اِس باب میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا حال حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے بالکل مختلف تھا، بنو اُمیہ کے مقابلہ میں آپؓ کسی دستبرداری اَور مصالحت کو پسند نہیں فرماتے تھے جس پر آپ کی تقریریں شاہد ہیں اِسی کا یہ نتیجہ تھا کہ جب اِمام حسن رضی اللہ عنہ نے خلافت سے دستبرداری کا اِرادہ ظاہر کیا تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے نہایت سختی کے ساتھ اِس کی مخالفت کی لیکن اِمام حسن رضی اللہ عنہ نے اُن کی مخالفت کے باوجود اپنا اِرادہ نہ بدلا اَور خلافت سے دستبردار ہو کر دُنیا کو بتلا دیا

کہ مسلمانوں کی خیر خواہی کے مقابلہ میں حکومتِ سلطنت کی بھی کوئی قیمت نہیں لیکن حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی یہ عصبیت بھی حق پرستی کا نتیجہ تھی، اِس لیے دونوں بزرگوں کے اَوصاف اَخلاق کے دو مختلف مظاہر تھے۔

ذاتی حالات اَور ذریعہ معاش :

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ مالی حیثیت سے ہمیشہ فارغ البال رہے اَور بہت عیش و آرام کے ساتھ زندگی بسر کی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ میں پانچ ہزار ماہانہ وظیفہ مقرر کیا تھا جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ تک برابر ملتا رہا اِس کے بعد حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے خلافت سے دستبرداری کے وقت اَمیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے اُن کے لیے دو لاکھ سالانہ مقرر کرا دیے تھے، غرض اِس حیثیت سے آپ کی زندگی مطمئن تھی۔

حلیہ :

حضرت اِمام حسن رضی اللہ عنہ و حضرت اِمام حسین رضی اللہ عنہ دونوں بھائی شکل و صورت میں آنحضرت ﷺ کے مشابہ تھے۔

اَزواج و اَولاد :

آپ نے مختلف اَوقات میں متعدد شادیاں کیں آپؓ کی اَزواج میں لیلیٰ، حباب، حرار، اَور غزالہ تھیں، اِن سے متعدد اَولادیں ہوئیں جن میں علی اَکبر، عبداللہ اَور ایک چھوٹے صاحبزادے واقعہ کربلا میں شہید ہوئے، اِمام زین العابدینؒ باقی تھے اُن ہی سے نسل چلی، صاحبزادیوں میں سکینہ، فاطمہ اَور زینب تھیں۔ بعض پچھلی کتابوں میں حضرت اِمام حسین رضی اللہ عنہ کی اَزواج میں ایک کا نام یزدگرد شاہ اِیران کی لڑکی شہر بانو کا بھی ملتا ہے اَور کہا جاتا ہے کہ حضرت اِمام زین العابدینؒ اُن ہی کے بطن سے تھے لیکن کسی قدیم مأخذ میں اِس کا ذکر نہیں ہے اِس لیے قابلِ اعتماد نہیں اَور یہ اِیرانیوں نے سیاسی مقصد کے لیے گھڑی ہے۔

اَنبیاء علیہم السلام کی ذات پر بنی ہوئی فلموں کا حکم

گستاخانِ رسول ﷺ قادیانیوں کی ایک اَور سازش

﴿ جناب مولانا مفتی شاہد عبید صاحب، لاہور ﴾

اِیمان کے لٹیرے ہمارا اِیمان لوٹنے کی کوشش کررہے ہیں۔ ہمارا تعلق اِسلام، قرآن اَور صاحبِ قرآن ﷺ سے توڑنے کے دَرپے ہیں۔ اَنبیاء علیہم السلام کی ذات پر فلمیں بنا کر ہمیں قرآن وحدیث سے دُور کررہے ہیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

اَنبیاء کرام علیہم السلام کے حوالہ سے بنائی جانے والی فلموں میں چونکہ غیر نبی پر نبی کا اِطلاق کیا جاتا ہے اَور بطورِ نبی کے غیر نبی کو پکارا جاتا ہے جواباً وہ بھی اپنے کو نبی ظاہر کرتا ہے، اِس میں نبی کی توہین ہے اَور نبی کی اَدنیٰ سے اَدنیٰ توہین بھی کفر ہے۔ نیز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ناموں پر بننے والی فلموں میں اُن کی توہین ہے خصوصًا جبکہ اُن کے نامور کردار کافر اَداکاروں کے ذریعہ اَدا کیے جائیں۔ وفی الهندیة : وَکَذٰلِکَ لَوْ قَالَ اَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ اَوْ قَالَ بِالْفَارْسِیَّةِ مِنْ پیغَمْبَرْ یُرِیْدُ بِهٖ مِنْ پَیْغَامِ مِی بَرَمْ یَکْفُرُ .

نیز اِس کے علاوہ اِس میں بہت سے مواقع پر اَنبیاء علیہم السلام کی عظمت وتقدس کو پامال کر کے بھی اِن کی توہین کی گئی ہے جو کہ صریح کفر ہے۔ وفی الهندیة : سُئِلَ عَمَّنْ نَسَبَ اِلَی الْاَنْبِیَاءِ الْفَوَاحِشِ کَعَزْمِهِمْ عَلَی الزِّنیٰ وَنَحْوَهُ الَّذِیْ یَقُوْلُهُ الْحَشْوِیَّةَ فِیْ یُوْسُفَ عَلَیْهِ السَّلَامُ قَالَ یَکْفُرُ لِاَنَّهٗ شَتَمَ لَهُمْ وَاسْتِخْفَافِ بِهِمْ . (۲/۲۶۳)

اگر تتبع کیا جائے تو اِن تماشوں میں بہت سی خرافات و گناہ نکلیں گے جن میں بعض صریح کفر اَور بعض ضلالت وگمراہی ہیں۔ اِس تفصیل کی روشنی میں پوچھے گئے سوالات کے جوابات بالترتیب یہ ہیں :

(۱) یہ حرام بلکہ اَشد حرام ہیں۔ ایسی فلموں کے بنانے والے، اِس میں کسی قسم کا تعاون کرنے والے (مثلاً ترجمہ کرنے والے، اَداکاری کرنے والے وغیرہ) توہین کے مرتکب ہوئے ہیں اَور اگر یہ پہلے مسلمان ہوں تو توہینِ نبی کی وجہ سے کافر و مرتد ہو چکے، اگر یہ صدقِ دِل سے توبہ نہ کریں تو حکومت کی ذمہ داری

ہے کہ ذمہ داران کو قرارِ واقعی سزا دے تاکہ دُوسروں کے لیے عبرت ہوسکے اَور فوراً اِن فلموں پر پابندی لگائی جائے۔ ہم سب کی دینی ذمہ داری ہے کہ اپنی اپنی ہمت کے مطابق لوگوں کو اِس حرام وکفر سے بچانے کی پوری فکروکوشش کریں۔

(۲ و ۳) جو مسلمان اپنے کو نبی ظاہر کرتا ہے یا جواُن کو نبی بناتا ہے اَور نبی والی ایکٹنگ کرواتا ہے یا نبی پکارتا ہے وہ بوجہ توہینِ نبی کافر ومرتد ہوچکا اَور اُس کا اِیمان ونکاح ختم ہوچکا۔ تجدیدِ ایمان وتجدیدِ نکاح اُس کے ذمہ فرض ہے۔ اَور صحابی والی ایکٹنگ کروانے والا اَور کرنے والا وغیرہ سب فاسق ہیں، اِن کے ذمہ توبہ واِستغفار اَور آئندہ پوری اِحتیاط ہے۔

(۴) ایسی فلموں کو (جو توہینِ نبی پر مشتمل ہوں) جائز وثواب سمجھ کر دیکھنے والے، اِن کی تشہیر کرنے والے اَور کیبل پر چلانے والے مسلمان بھی دائرہ اِسلام سے خارج ہوکر کافر ومرتد ہوچکے، اِن کے ذمہ بھی توبہ واِستغفار کرتے ہوئے تجدیدِ اِیمان وتجدیدِ نکاح فرض ہے۔ اَور صحابہ والی فلموں کی نمائش کرنے والے اَور دیکھنے والے اَور اِن کو چلانے والے بوجہ توہینِ صحابیؓ کے سخت گناہ کے مرتکب ہونے کی وجہ سے فاسق ہوگئے اُن کے ذمہ توبہ واِستغفار اَور آئندہ اِحتیاط لازم ہے۔

(۵) اِن فلموں کا کاروبار، خرید وفروخت حرام بلکہ اَشد حرام ہے۔ اِن کے ذمہ بھی توبہ واِستغفار بلکہ اِحتیاطاً تجدیدِ اِیمان وتجدیدِ نکاح بھی ہے۔ فقط واللہ اَعلم

شاہد عبید عفی عنہ

دارُالافتاء جامعہ اَشرفیہ

۱۷؍ رجب المرجب ۱۴۳۲ھ/ ۲۰؍ جون ۲۰۱۱ء

الجواب صحیح — الجواب صحیح

محمد زکریا — داؤد اَحمد عفی عنہ

حج نہ کرنے یا حج میں تاخیر کے حیلے بہانے

﴿ جناب مولانا مفتی محمد رضوان صاحب، راولپنڈی ﴾

بہت سے لوگوں پر حج فرض ہو چکا ہوتا ہے لیکن وہ حج اَدا کرنے میں بہت غفلت اَور لاپرواہی کا مظاہرہ کرتے ہیں اَور اِس بارے میں بے شمار حیلے بہانے اَور مختلف تاویلیں پیش کر کے جان بچانے کی کوشش کرتے ہیں حالانکہ یہ تاویلیں اَور بہانے اللہ کی پکڑ اَور آخرت کی رُسوائی سے نہیں بچا سکتے۔ خوب اچھی طرح سمجھ لیجئے کہ جب کسی شخص کو اِتنی اِستطاعت حاصل ہو جائے کہ وہ حج کر سکے تو اُس پر فوراً حج فرض ہو جاتا ہے جس کے بعد بلا شرعی معقول عذر کے تاخیر یا ٹال مٹول کرنے سے اِنسان گناہ گار ہوتا ہے اَور خدانخواستہ حج کرنے سے پہلے ہی فوت ہو گیا تو پھر بہت وبال کا اَندیشہ ہے۔ حج فرض ہو جانے کے بعد حج کرنے سے پہلے فوت ہو جانے پر اَحادیث میں بڑی سخت وعیدیں آئی ہیں اَور یہ بات ظاہر ہے کہ کسی اِنسان کو معلوم نہیں کہ وہ کتنے عرصہ زِندہ رہ سکے گا اَور آئندہ اُس کو حج کرنا نصیب بھی ہو سکے گا یا نہیں بلکہ آئندہ مال بھی ہوگا یا نہیں لہٰذا حج فرض ہونے کے بعد جتنی جلدی ممکن ہو یہ فریضہ اَدا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ اَرَادَ الْحَجَّ فَلْیَتَعَجَّلْ. (ابو داؤد)

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اَقدس ﷺ کا اِرشاد ہے کہ جو حج کا اِرادہ کرے اُس کو جلدی کرنا چاہیے۔''

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَعَجَّلُوْا اِلَی الْحَجِّ یَعْنِی الْفَرِیْضَۃَ فَاِنَّ اَحَدَکُمْ لَا یَدْرِیْ مَا یَعْرِضُ لَہٗ. (رواہ ابوالقاسم الاصبھانی، الترغیب والترھیب ج ۲ ص ۱۰۹ . کنزالعمال ج۵ ص ۲۴)

''جناب رسول اللہ ﷺ نے اِرشاد فرمایا کہ فرض حج میں جلدی کرو، نہ معلوم کیا بات پیش آجائے۔''

فائدہ : ایک اَور حدیث میں اِرشاد ہے کہ حج میں جلدی کرو کسی کو بعد کی کیا خبر ہے کہ کوئی مرض پیش آجائے یا کوئی اَور ضرورت درمیان میں لاحق ہو جائے (کنز العمال ص ۲۴) ایک اَور حدیث میں ہے کہ حج نکاح سے مقدم ہے (کنز العمال) ایک حدیث میں ہے کہ جس کو حج کرنا ہے جلدی کرنا چاہیے کبھی آدمی بیمار ہوجاتا ہے، کبھی سواری کا اِنتظام نہیں رہتا، کبھی اَور کوئی ضرورت لاحق ہوجاتی ہے۔ (کنز العمال)

ایک حدیث میں ہے کہ حج کرنے میں جلدی کرو نہ معلوم کیا عذر پیش آجائے۔ (کنز العمال)

اِن اَحادیث کی بناء پر ائمہ میں سے ایک بڑی جماعت کی تحقیق یہ ہے کہ جب کسی شخص پر حج فرض ہوجائے تو اُس کو فوراً اَدا کرنا واجب ہے تاخیر کرنے سے گنہگار ہوتا ہے۔ (فضائل حج ملخص)

کیا حج بڑھاپے میں کرنے کا کام ہے ؟

بہت سے حضرات یہ سمجھتے ہیں کہ حج بڑھاپے کی عمر میں کرنے کا کام ہے لہٰذا جوانی میں یا جب تک عمر کا ایک بڑا حصہ نہ گزر جائے اُس وقت تک حج کرنے کی ضرورت نہیں، حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ حج کا عمر کے کسی خاص حصہ سے تعلق نہیں ہے بلکہ اِس کا تعلق حج کی اِستطاعت اَور قدرت سے ہے، بالغ ہونے کے بعد سے جب بھی کسی کو اِستطاعت حاصل ہوجائے یہ فریضہ ذمہ میں لازم ہوجاتا ہے، جس طرح نماز اَور روزہ بالغ ہوتے ہی اِنسان کے ذمے فرض ہوجاتے ہیں، اَور اگر اِنسان زکوٰۃ کے نصاب کا مالک ہو تو زکوٰۃ بھی فرض ہوجاتی ہے، اِسی طرح بالغ ہونے کے بعد جب بھی حج کی اِستطاعت ہو تو حج کا فریضہ عائد ہوجاتا ہے۔

اَور غور کیا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ حج کا اَصل مزہ جوانی ہی میں ہے، ایک تو اِس وجہ سے کہ حج میں جسمانی محنت اَور مشقت پیش آتی ہے بلکہ حج کے اَحکام اُسی وقت ذوق وشوق اَور زِندہ دِلی کے ساتھ ٹھیک طریقہ پر اَنجام دیے جاسکتے ہیں جبکہ اِنسان اِس کا متحمل ہو اَور اِنسانی قویٰ اَور اَعضاء مضبوط ہوں اَور یہ بات عام طور پر جوانی میں ہی اِنسان کو حاصل ہوتی ہے نہ کہ بڑھاپے میں، اَور بڑھاپے میں بھی اگرچہ اِنسان کسی نہ کسی طرح حج کر ہی لیتا ہے لیکن بہت سے کاموں کو ذوق وشوق کے ساتھ کرنے کی صرف حسرت ہی دِل میں رہ جاتی ہے۔ دُوسرے اِس وجہ سے کہ حدیث شریف میں جوانی کی عبادت کو بہت اہمیت دی گئی ہے اَور جوانی کے زمانے کی عبادت پر بڑے بڑے فضائل اَور خوشخبریاں سنائی گئی ہیں۔ تیسرے اِس وجہ سے کہ اگر اِخلاص اَور نیک نیتی کے ساتھ صحیح طریقہ پر حج کیا جائے تو تجربہ اَور مشاہدہ یہ ہے کہ وہ اِنسان کے

دِل ودماغ میں ایک خاص اِنقلاب پیدا کرتا ہے جس سے اِنسان کے دِل میں نرمی، اللہ تعالیٰ کے ساتھ خصوصی تعلق اَور آخرت کی فکر پیدا ہوتی ہے جس کے نتیجہ میں اِنسان کے لیے گناہوں، جرائم اَور بدعنوانیوں سے بچنا آسان ہوجاتا ہے اَور دل ودماغ کی اِس تبدیلی کی ضرورت بڑھاپے کی بہ نسبت جوانی میں زیادہ ہوتی ہے۔ ایک تو اِس لیے کہ جوانی میں نفس وشیطان کا غلبہ اَور گناہوں کے اِرتکاب کی طاقت اِنسان میں زیادہ ہوتی ہے، مشہور ہے کہ جوانی دیوانی ہوتی ہے اَور بڑھاپے میں تو اِنسان کے اَعضاء ویسے ہی جواب دے دیتے ہیں اَور بہت سے گناہوں سے بچنا اُس کے لیے خود بخود آسان ہوجاتا ہے، قبر میں پیر لٹک جانے کے اَور گناہوں سے پیٹ بھر لینے کے بعد تو ویسے بھی نیکیوں کی طرف توجہ ہونے لگتی ہے۔ ؎

دَر جوانی توبہ کردن شیوۂ پیغمبری
وقتِ پیری گرگِ ظالم می شود پرہیزگار

کہ بڑھاپے میں تو ظالم بھیڑیا بھی پرہیزگار بن جاتا ہے، پیغمبروں کا شیوہ یہ ہے کہ جوانی میں ظلم اَور گناہ سے توبہ کی جائے۔ دُوسرے اِس لیے اگر حج کی برکت سے جوانی میں ہی کسی کو ہدایت مل جائے تو پھر آنے والی زِندگی میں خیر کی اُمید زیادہ ہوتی ہے اَور بڑھاپے تک کے لمبے عرصہ کی زندگی کا رُخ اَچھائی کی طرف مڑ جاتا ہے لہٰذا حج فرض ہوجانے کے بعد جوانی ہی میں بڑھاپے کا اِنتظار کیے بغیر جلد اَز جلد حج کا فریضہ سراَنجام دینا چاہیے۔

حج سے پہلے نماز روزہ کا بہانہ :

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ حج پر اُس وقت جانا چاہیے کہ جب پہلے سے نماز روزے کے پابند ہو جائیں اَور وہ اِسی خیال میں ایک عرصہ گزار دیتے ہیں، نہ اُنہیں نماز روزے کی پابندی کی سعادت حاصل ہوتی ہے اَور نہ ہی حج کی۔ اِس بارے میں اُن لوگوں کو سمجھ لینا چاہیے کہ اَوّل تو آپ کو نماز روزے کی پابندی سے کس نے منع کیا ہے جو پابندی نہیں کرتے، کیا اَبھی نماز روزہ فرض نہیں ہوا؟ اَور اگر فرض ہو چکا ہے تو پھر کیا رُکاوٹ ہے؟ آج ہی سے اِس کی پابندی شروع کر دیجیے، پھر حج نہ کرنے کا کیا عذر ہوگا؟ دُوسرے حج علیحدہ سے فرض ہے اَور نماز روزہ علیحدہ سے فرض ہیں، ایک کی وجہ سے دُوسرے کو چھوڑنا کہاں کی عقلمندی ہے؟ یہ تو ایسا ہی ہوا جیسا کہ ایک شخص کو پیاس بھی لگی ہوئی ہو اَور بھوک بھی لگی ہو اَور پانی اَور کھانے دونوں چیزوں کا

بندوبست بھی ہو لیکن وہ شخص نہ پانی پیتا ہے اَور نہ ہی کھانا کھاتا ہے، جب اُس کو بھوک کا علاج بتایا جاتا ہے کہ کھانا کھاؤ تو وہ جواب میں کہے کہ پہلے پانی پی لیں پھر کھانا کھائیں گے لیکن پانی بھی نوش نہیں فرماتے، ظاہر ہے کہ ایسے شخص کو یہی کہا جائے گا کہ آپ کو پانی پینے سے کس نے منع کیا ہے؟ اَور اگر آپ پانی نہیں پیتے تب بھی کھانے کی ضرورت اپنی جگہ ہے اَور پانی کی ضرورت اپنی جگہ۔ بس اِسی مثال سے واضح ہو کہ اَصل بات یہ ہے کہ حج کرنا نہیں چاہتے ورنہ تو حج کا فرض ہونا نہ تو نماز روزے کی پابندی پر موقوف ہے اَور نہ ہی نماز روزے کا آج سے پابند ہونا اِختیار سے باہر ہے۔

حج کے بعد گناہ نہ ہو جانے کا بہانہ :

بعض لوگ حج فرض ہوتے ہی فوراً اِس لیے حج پر نہیں جاتے کہ حج کے بعد پھر کوئی گناہ نہ ہو جائے لہٰذا پہلے ہر قسم کے گناہوں سے فارغ ہو جائیں اَور پھر زِندگی کے آخری دِنوں میں حج کریں گے تاکہ بعد میں پھر کوئی گناہ نہ کریں۔ یاد رکھیے کہ یہ بھی نفس و شیطان کا سکھایا ہوا صرف ایک بہانہ ہے کیونکہ یہ معلوم نہیں کہ زِندگی کے کتنے اَیّام باقی ہیں اَور کب موت آجائے گی۔ اِس کا تقاضا تو یہ ہے کہ اِنسان ہر وقت کو اپنی زندگی کے آخری اَیّام سمجھے اَور اَگر خدانخواستہ زندگی کے آخری اَیّام کا اِنتظار کرتے کرتے موت آگئی تو پھر کیا ہوگا؟ پھر یہ بھی ظاہر ہے کہ حج کر لینے کے بعد گناہ کرنے کا اِختیار اَور خواہش بالکل ختم نہیں ہو جاتی بلکہ وہ تو مرتے دم تک برقرار رہتی ہے اَور حج کرنے کے بعد بھی گناہ سے بچنے کے لیے اپنے اِختیار کو اِستعمال کرنا پڑتا ہے ورنہ کتنے لوگ ایسے ہیں کہ آخری عمر میں بھی حج کر کے گناہوں سے نہیں بچتے، تو جس طرح حج کے بعد اپنے آپ کو گناہ سے بچانے کے لیے اپنے اِرادہ اَور اختیار کو اِستعمال کرنا پڑتا ہے، وہ اِرادہ اَور اِختیار تو اللہ تعالیٰ نے آج بھی دیا ہوا ہے اُس کو اِستعمال کیجئے اَور آج ہی سے گناہوں کو چھوڑ دیجئے اَور سچی و پکی توبہ کر کے حج کے لیے تشریف لے جایئے۔ اَور اگر بالفرض آج گناہ نہیں چھوڑتے تب بھی اِس کے اِنتظار میں حج کو مؤخر نہ کیجئے، کیا معلوم کہ اللہ تعالیٰ حج کے فریضہ کی برکت سے گناہ چھوڑنے کی ہمت عطا فرمادیں اَور اگر بعد میں بھی گناہ نہیں چھوٹے تب بھی حج اَدا کرنے سے کم اَز کم ایک بڑے گناہ (حج نہ کرنے) سے تو چھٹکارا ہو ہی جائے گا۔ یہ کہاں کی عقلمندی ہے کہ نہ دُوسرے گناہ چھوڑیں اَور اِس سے بڑھ کر مزید گناہوں کا ذخیرہ جمع کرتے چلے جائیں۔

پہلے کچھ کھا کمالیں :

بعض لوگ حج کے بارے میں یہ بہانہ کرتے ہیں کہ یہ وقت کھانے کمانے کا ہے، پہلے کچھ کھا کمالیں پھر حج کریں گے۔ یہ بھی نفس وشیطان کو دھوکہ ہے، ایسے لوگ اَصل میں یہ سمجھتے ہیں کہ حج سے پہلے کاروبار میں دھوکہ، فریب، جھوٹ، سود، رِشوت، کم تولنا، کم ناپنا، نقلی کو اَصلی بتا کر بیچنا سب چلتا ہے، حج سے آنے کے بعد اگر یہ گناہ کیے تو بڑی بدنامی ہوگی، لوگ کہیں گے حاجی صاحب ہو کر ایسا کام کرتے ہیں اِس لیے وہ جوانی میں حج نہیں کرتے اَور جب بوڑھے ہو جائیں گے اَور کسی قابل نہ رہیں گے تو حج کرنے جائیں گے تاکہ واپس آنے کے بعد حج کی نیک نامی باقی رہے۔ ایسے لوگوں کو چاہیے کہ وہ اِس دھوکہ سے بچیں اَور مذکورہ گناہوں سے توبہ کریں اَور صحت وجوانی میں حج کریں۔

گھر میں حج کا ماحول نہیں :

بعض لوگ ایسے بھی ہیں کہ حج فرض ہونے کے باوجود ٹال مٹول کرتے رہتے ہیں اَور جب حج کی بات آتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہمارے گھر میں ماحول نہیں ہے، اِس قسم کی ہمارے یہاں باتیں نہیں ہوتی اَور جب تک ماحول نہ ہوا ایسا کرنے کا فائدہ کیا؟ حالانکہ وہ ہر سال تمام بچوں اَور گھر والوں کے ساتھ مع ملازمین مری اَور سوات گھومنے جائیں گے، سنگاپور، پیرس اَور لندن جائیں گے، لیکن نہیں جائیں گے تو حج کے لیے نہیں جائیں گے۔ حج کے لیے ماحول نہ ہونے کا بہانہ کریں گے مگر یہ بہانہ آخرت میں نہ چل سکے گا اَور اللہ کے عذاب سے نہ بچا سکے گا۔ سوچ لیں! کیا گھر کا ماحول خراب ہونا حج فرض ہونے میں مانع ہے؟ اَور کیا گھر کا ماحول شریعت کے مطابق کرنا ضروری نہیں۔

پہلے والدین کو حج کرانا :

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جب تک اَولاد اپنے ماں باپ کو حج نہ کرائے اَور ماں باپ حج نہ کرلیں اُس وقت تک اَولاد حج نہیں کر سکتی، اِس لیے پہلے وہ والدین کو حج کرانے کی فکر کرتے ہیں جبکہ والدین پر حج فرض نہیں ہوتا اَور اِس طرح اَولاد اپنا حج فرض اَدا نہیں کرتے، یہ بھی سراسر غلط ہے۔ اَولاد پر ماں باپ کو حج کرانا ہرگز فرض نہیں، اَگر اَولاد پر حج فرض ہو جائے تو پہلے وہ اپنا حج کریں پھر اگر اللہ پاک مزید اِستطاعت دیں تو

والدین کو بھی حج کرادیں۔

پہلے گھر کے سربراہ کا حج کرنا :

بعض گھرانوں میں یہ رواج بھی دیکھنے میں آیا کہ جب تک گھر کا بڑا فرد حج نہ کرلے اُس وقت تک چھوٹے حج کرنا ضروری نہیں سمجھتے بلکہ بعض گھرانوں میں اِس کو ایک عیب سمجھا جاتا ہے کہ چھوٹا بڑے سے پہلے حج کر آئے، حالانکہ دُوسری عبادتوں یعنی نماز، روزے اَور زکوٰۃ کی طرح حج بھی ایک ایسا فریضہ ہے جو ہر شخص پر اِنفرادی طور سے عائد ہوتا ہے، خواہ کسی دُوسرے نے حج کیا ہو یا نہ کیا ہو، اگر گھر کے کسی چھوٹے فرد کے پاس حج کی اِستطاعت ہے تو اُس پر حج فرض ہے، اگر بڑے کے پاس اِستطاعت نہ ہو یا اِستطاعت کے باوجود وہ حج نہ کررہا ہو تو نہ اِس سے چھوٹے کا فریضہ ساقط ہوتا ہے، نہ اِسے مؤخر کرنے کا کوئی جواز پیدا ہوتا ہے۔

بیوی یا والدہ کو ساتھ لے جانے کا عذر :

بعض لوگ وہ ہیں جن پر حج فرض ہے اَور اُن کے پاس اِس قدر پیسے ہیں جس سے وہ خود تو حج کر سکتے ہیں اَلبتہ اپنی بیوی یا والدہ کو حج پر لے جانے کی اِستطاعت نہیں رکھتے، لیکن وہ بیوی یا والدہ کے اِصرار کی وجہ سے یا اپنی مرضی سے اِس اِنتظار میں رہتے ہیں کہ جب بیوی یا والدہ کو ساتھ لے جانے کے قابل ہوں گے اُس وقت میاں بیوی یا والدہ کو لے کر دونوں ساتھ حج کرنے جائیں گے۔ واضح رہے کہ بیوی یا والدہ کو ساتھ لے جانے کے اِنتظار میں حج کو مؤخر کرنا دُرست نہیں، اَور بیوی یا والدہ کو بھی اپنی وجہ سے شوہر یا بیٹے کو حج فرض اَدا کرنے سے روکنا درست نہیں۔ خاوند کو چاہیے کہ اِس وقت وہ خود حج اَدا کرے پھر بعد میں اللہ تعالیٰ توفیق دیں تو بیوی کو بھی حج کرادے۔

اپنی شادی کا بہانہ :

بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ جب تک اِنسان کی شادی نہ ہوجائے اُس وقت تک حج فرض نہیں ہوتا خواہ کوئی عاقل بالغ ہوگیا ہو اَور کتنا ہی مالدار کیوں نہ ہو، یہ بھی جہالت ہے کیونکہ حج فرض ہونے کا شادی بیاہ سے تعلق نہیں، لہٰذا اگر کسی شخص پر حج فرض ہوگیا ہو لیکن وہ غیر شادی شدہ ہو تب بھی اُس کو حج کرنا فرض ہے بلکہ ایک حدیث میں تو یہاں تک بھی ہے کہ حج نکاح سے مقدم ہے لہٰذا شادی کے اِنتظار میں حج کو مؤخر کرنا گناہ

ہے اَور اَگر کوئی سنت کے مطابق نکاح کا بندوبست کرے تو نکاح بھی جلدی ہوسکتا ہے اَور خدانخواستہ بغیر حج کیے فوت ہوگیا تو آخرت میں مؤاخذہ کا اَندیشہ ہے، اَور کسی کو یہ بھی معلوم نہیں کہ وہ اپنی شادی تک زندہ بھی رہ سکے گا یا نہیں، پھر اگر شادی اَور حج دونوں سے پہلے ہی دُنیا سے رُخصت ہوگیا تو اِس کی مثال ایسی ہی ہوگی ؎

نہ خدا ہی مِلا نہ وصالِ صنم
نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے ہم

بچیوں کی شادی کا مسئلہ :

کچھ لوگ یہ تاویل پیش کرتے ہیں کہ بھائی پہلے ہی بچیاں سیانی گھر بیٹھی ہیں پہلے اِن کی شادی کے فرض سے سبکدوش ہوجائیں باقی چیزیں بعد کی ہیں۔ بچیوں کی شادی سے فراغت کے بعد حج کا پروگرام بنائیں گے جبکہ بچیوں کی اَبھی نہ منگنی ہوئی ہے نہ سامنے کوئی رشتہ ہے اَور کچھ معلوم نہیں کب اِن کی شادی ہوگی یا اَگر منگنی ہوبھی گئی تو بھی نکاح رُخصتی وغیرہ باقی ہے اَور اِس فریضے کو پہلے اَدا کرنا ضروری ہے حالانکہ شرعاً یہ بھی حج کی تاخیر کے لیے عذر نہیں ہے۔ اِس لیے اِن کے نکاح کے اِنتظار میں حج فرض کو مؤخر کرنا دُرست نہیں، اِن کی حفاظت کا تسلی بخش اِنتظام کر کے حج کے لیے جانا چاہیے۔

بچوں کو کس کے حوالے کریں ؟

بعض لوگ خصوصاً عورتیں یہ بہانہ بناتی ہیں کہ اَبھی بچے چھوٹے ہیں اَور ہم نے کبھی بچوں کو اَکیلا نہیں چھوڑا، اِنہیں اَکیلا چھوڑ کر کیسے جائیں؟ یہ بھی محض ایک بہانہ ہے۔ اِن کو اگر کسی دُوسری جگہ کا سفر پیش آجائے یا کسی مرض کی وجہ سے ہسپتال جانا پڑے تو اُس وقت چھوٹے بچوں کا سب اِنتظام ہوجاتا ہے، جب وہاں اِنتظام ہوسکتا ہے تو حج کے لیے جانے پر بھی اِنتظام ہوسکتا ہے۔ اِس لیے بچوں کی حفاظت کا مناسب بندوبست کر کے حج اَدا کرنے کی فکر کرنی چاہیے (اَلبتہ اَگر بچوں کی حفاظت کا مناسب اِنتظام نہ ہوسکے جس کی وجہ سے اُن کے ضائع ہونے کا اَندیشہ ہو اَور ساتھ لے جانا بھی مشکل ہو تو پھر اپنے حالات کے مطابق معتبر اہلِ فتوٰی سے رجوع کرنا چاہیے)۔

کاروبار کس کے حوالے کریں ؟

کچھ لوگ یہ عذر پیش کرتے ہیں کہ چونکہ بچے بھی چھوٹے ہیں اَور کاروبار کی دیکھ بھال کرنے والا کوئی نہیں ہے، اِس لیے بچے جب بڑے ہو جائیں گے اَور کاروبار سنبھال لیں گے تو پھر حج پر جائیں گے۔ یہ بھی محض نفس کا بہانہ اَور حج کرنے سے جی چرانا ہے۔ نہ معلوم کب بچے بڑے ہوں اَور کب وہ کاروبار سنبھالیں اگر بچوں کا پہلے ہی اِنتقال ہوگیا یا بڑے میاں کا وقت پہلے ہی آ گیا تو پھر حج کا کیا ہوگا؟ بہر حال کسی قابلِ اعتماد شخص کو کاروبار سپرد کر کے حج کے لیے جائیں اَور اگر کوئی بھروسہ کا آدمی نہ ملے تو دُکان بند کر کے حج کے لیے جائیں۔

حج کے بجائے عمرہ کرنا :

بعض لوگوں پر حج فرض ہو جاتا ہے۔ اُن کے پاس مال و دولت کا ڈھیر جمع رہتا ہے لیکن یہ لوگ حج کا فریضہ اَدا نہیں کرتے۔ اَلبتہ یہ لوگ عمروں پر عمرے کرتے رہتے ہیں حالانکہ جس شخص پر حج فرض ہو جائے اُس کو حج کرنا چاہیے، عمرہ بھی اپنی جگہ بہت بڑی سعادت ہے مگر یہ حج کا متبادل نہیں لہٰذا عمرہ کا اِتنا اہتمام کرنا اَور اِس کے مقابلے میں فرضیت کے باوجود حج کرنے کا اہتمام نہ کرنا بہت غلط بات ہے۔

فائدہ : لہٰذا جس شخص پر شرعی اُصولوں کی روشنی میں حج فرض ہو چکا ہو اُسے جلد اَز جلد یہ فریضہ اَدا کرنا چاہیے اَور نفسانی، شیطانی و رَواجی حیلے بہانوں سے بچنا چاہیے، ورنہ قیامت کے روز یہ بہانے اللہ کی پکڑ اَور آخرت کی رُسوائی سے نہیں بچا سکتے۔

❁ ❁ ❁

بقیہ : پردہ کے اَحکام

☆ عورت کے بال اَور ناخن جو بدن سے جدا ہو گئے ہوں اُن کا دیکھنا جائز نہیں۔

☆ اَجنبی عورت کے تذکرہ سے نفس کو لذت دینا جائز نہیں۔

☆ اَجنبی عورت کے خیال و تصورات سے لذت لینا حرام ہے۔

☆ حتی کہ اَگر بیوی سے متمتع ہو (یعنی صحبت کرے) اَور اَجنبی عورت کا تصور کرے وہ بھی حرام ہے۔ (ثبات الستور)۔ (جاری ہے)

قسط : ۱

صحابہ رضی اللہ عنہم کی زِندگی اَور ہمارا عمل

﴿ حضرت مولانا مفتی محمد سلمان صاحب منصور پوری، اِنڈیا ﴾

سرکارِ کائنات، فخرِ دوعالم ﷺ جس طرح اِمام الانبیاء ہیں اَور آپ کی اُمت خیرالامم ہے اِسی طرح اللہ تبارک وتعالیٰ نے جن اَنفاسِ قدسیہ کو آپ کی رِفاقت اَور معیت کا شرف عطا کیا وہ بجا طور پر ائمہ ہدی اَور خیرالصحابہ ہیں، دُنیا میں کسی بھی نبی کو اِس صلاحیت کے اَفراد عطا نہیں کیے گئے جیسے ہمارے آقا سیدنا ومولانا حضرت محمد مصطفی ﷺ کو عطا کیے گئے ہیں، راز دارِ نبوت صحابیٔ رسول حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہم سے دو باتیں بیان فرمائیں جن میں سے ایک میں اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا ہوں اَور دُوسری کا اِنتظار کر رہا ہوں، جو بات اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا ہوں وہ یہ ہے :

اِنَّ الْاَمَانَةَ نَزَلَتْ فِيْ جَذْرِ قُلُوْبِ الرِّجَالِ فَعَلِمُوْا مِنَ الْقُرْآنِ وَعَلِمُوْا مِنَ السُّنَّةِ. (مسلم شریف ۱/۸۲)

''اَمانت لوگوں کے دِلوں کی گہرائیوں پر اُتری اُس کے بعد قرآن کریم نازل ہوا پس لوگوں نے قرآن سیکھا اَور سنتِ مبارکہ کا علم حاصل کیا۔''

یہ ''اَمانت'' کیا ہے؟ اِس کی تفسیر وتشریح میں علماء کے اَقوال مختلف ہیں کسی نے اِس سے نورِ قدسی مراد لیا ہے، کسی نے اِسکی تعبیر ایمان کی صورتِ نوعیہ سے کی ہے، لیکن عارفِ حقیقت حضرت شاہ اِسماعیل شہیدؒ نے ایک عجیب اَنداز سے اِس کی تقریر کی ہے، آپؒ فرماتے ہیں کہ اِس اَمانت سے مراد ''اِنتشار برکت'' ہے، اِس لفظ کو سمجھنے کے لیے یہ جاننا ضروری ہے کہ حضرات اَنبیاء علیہم السلام سے ہدایت کا ظہور پانچ واسطوں سے ہوتا ہے :

(۱) برکت اَور نزولِ برکت (۲) عزم وہمت (۳) اِظہارِ دعوت (۴) معجزات (۵) فیض صحبت

نبی کی تحریک کی کامیابی کے لیے مذکورہ پانچ باتوں کا ہونا ضروری ہے، نزولِ برکت کا مطلب یہ ہے کہ جب نبی کی بعثت کا وقت قریب آتا ہے تو آسمان سے ایک برکت اُتاری جاتی ہے جس سے ہر اُس شخص کے

دِل میں وحدانیت کا نور روشن ہو جاتا ہے جس کے قلب کی کھڑکیاں روشنی پہنچنے کی صلاحیت رکھتی ہیں، گویا کہ اَنبیاء کی مثال سورج کی سی ہے کہ جب اُس کے طلوع کا وقت قریب ہوتا ہے تو پہلے ہی سے اُفق پر روشنی چھا جاتی ہے اَور جس جس مکان میں روشن دان کھڑکیاں اَور روشنی پہنچنے کا راستہ ہوتا ہے وہاں وہ روشنی پہنچتی ہے، پہلے یہ روشنی ہلکی رہتی ہے مگر جب سورج پورا طلوع ہو جاتا ہے تو وہ روشنی حرارت آمیز ہو جاتی ہے، ایسے ہی حضراتِ اَنبیاء علیہم السلام کی تشریف آوری کا جوں جوں وقت قریب آتا ہے تو پہلے ہی سے یہ برکت پھیل کر ہر اُس دِل میں جاگزیں ہو جاتی ہے جس میں حق کو قبول کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے، بعد میں یہی برکت اِیمانی حرارت بن کر اُس کو نبی کا کفش بردار بنا دیتی ہے۔ (مستفاد: رسالہ آزاد، فتنۂ خمینیت نمبر ۲۷)

طلوعِ آفتابِ رسالت :

یہ برکتیں پہلے اَنبیاء کرام علیہم السلام کے لیے بھی نازل ہوتی رہیں لیکن ہمارے آقا سید المرسلین اِمام الانبیاء، خاتم النبیین حضرت محمد مصطفی ﷺ کے لیے جو برکت نازل ہوئی اُس کی شان ہی نرالی تھی، چنانچہ آپ ﷺ کی بعثت بلکہ پیدائش سے پہلے ہی سے اُس برکت کی جھلکیاں عرب کی سرزمین پر جا بجا دِکھائی دینے لگیں، آپ ﷺ کے نانا جان اَبی کبشہ نے بت پرستی کے مرکز مکہ معظمہ میں شرک سے بیزاری کا برملا اعلان کیا تھا اَور ورقہ بن نوفل جیسے بہت سے لوگ حق کی تلاش میں دینِ عیسوی کو قبول کر چکے تھے اَور ''اَلَا کُلُّ شَیْءٍ مَاخَلَا اللّٰہَ بَاطِلُ'' کے غلغلے جہالت و گمراہی کے اَندھیرے میں جگنو بن کر جگمگانے لگے تھے، تا آنکہ رسولِ عربی حضرت محمد مصطفی ﷺ نے مبعوث ہو کر فاران کی چوٹی سے نعرۂ توحید بلند کیا تو اُس نعرہ کو سنتے ہی جس دِل کے اَندر برکت کی روشنی پہنچ چکی تھی وہاں حرارتِ اِیمانی کے اِمتزاج سے اِسلام موجزن ہوا اَور جس دِل میں جتنی زیادہ حق کی کھڑکیاں اَور توحید کے دروازے تھے اُتنی ہی جلدی وہاں سے نغمہ توحید بلند ہوا، چنانچہ جب آپ نے اپنے نبی ہونے کا اعلان فرمایا تو سب سے پہلے جس نے دعوتِ اِسلام پر بِلا چوں و چرا لبیک کہا وہ ذات تھی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی، وہ ذات تھی بلال حبشی رضی اللہ عنہ کی، وہ شخصیت تھی علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب کی، وہ ذات تھی خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اَور زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی۔

وجہ یہ نہیں تھی کہ وہ کسی کے دباؤ میں تھے، سبب یہ نہیں تھا کہ وہ قوم کے مظالم سے تنگ تھے، بات یہ نہیں تھی کہ اُن کے دِل دُنیا سے اُچاٹ ہو چکے تھے بلکہ اَصل واقعہ یہ تھا کہ اِن خوش نصیب اَفراد نے اُس

برکت سے وافر حصہ پایا تھا جو آپ ﷺ کی بعثتِ مبارکہ سے پہلے ہی دُنیا میں پھیل چکی تھی۔ اِن کے قلوب ایسے ہوادار تھے جن میں اِیمانی خوشبوؤں سے معطر ہواؤں کا گذر ہوتا تھا پھر جب نبوتِ محمدی کا سورج اپنی حرارت پھیلانے لگا تو جوق دَر جوق اہلِ برکت، برکت کے درجہ سے گذر کر فیضِ صحبت کے مقام پر پہنچنے لگے اَور دیکھتے ہی دیکھتے یہ تعداد ہزاروں سے اُوپر پہنچ گئی، بالکل اِسی طرح جیسے سورج مشرق سے نکل کر مغرب تک تمام عالم کو منور کر دیتا ہے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم نجومِ ہدایت ہیں :

اِس تفصیل سے یہ بات آشکارا ہوگئی کہ حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم مشکاۃ نبوت کے عکسِ جمیل ہیں، اُنہوں نے اپنے سینے میں آفتابِ نبوت کی کرنوں کو اِس اَنداز میں جذب کیا ہے جس کی مثال اُمت میں کہیں اَور نہیں مل سکتی، خود زَبانِ پیمبر ﷺ سے اُنھیں نجومِ ہدایت کا لقب حاصل ہوا، چنانچہ اِرشادِ نبوی ہے :

اَلنُّجُوْمُ اَمَنَةٌ لِلسَّمَاءِ، فَإِذَا ذَهَبَتِ النُّجُوْمُ أَتَى السَّمَاءَ مَا تُوْعَدُ، وَأَنَا اَمَنَةٌ لِأَصْحَابِیْ فَإِذَا ذَهَبْتُ أَنَا أَتَى أَصْحَابِیْ مَا يُوْعَدُوْنَ. وَأَصْحَابِیْ اَمَنَةٌ لِأُمَّتِیْ فَإِذَا ذَهَبَ أَصْحَابِیْ أَتَى أُمَّتِیْ مَا يُوْعَدُوْنَ. (مسلم : ۲/ ۳۰۸)

''ستارے آسمان کے محافظ ہیں، جب ستارے بے نور ہو جائیں گے تو آسمان سے کیا گیا وعدہ پورا ہو جائے گا (قیامت آجائے گی) اَور میں اپنے اصحاب کے لیے حفاظت کا سبب ہوں جب میں پردہ کر جاؤں گا تو وہ حالات پیش آئیں گے جن کا صحابہ رضی اللہ عنہم سے وعدہ کیا گیا ہے۔ اَور صحابہ رضی اللہ عنہم میری اُمت کے لیے موجبِ اَمان ہیں، جب صحابہ رضی اللہ عنہم رُخصت ہو جائیں گے تو اُمت اُن حالات (بدعات و فتن) سے دوچار ہو جائے گی جن کا اُس سے وعدہ ہو چکا ہے۔''

اَور ایک روایت میں یہ پُر مسرت تمغہ عطا ہوا :

لَا تَمَسُّ النَّارُ مُسْلِمًا رَاٰنِیْ أَوْرَاٰی مَنْ رَاٰنِیْ. (مشکوٰۃ شریف ۵۵۴)

''جس مسلمان نے مجھے یا میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کو دیکھا اُس کو جہنم کی آگ نہیں چھوئے گی۔''

اَور ایک روایت میں تو پیغمبر علیہ السلام نے حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کی عظمت پر اِس طرح مہر لگا دی کہ

اَب اِن کے بارے میں اِس سے آگے کچھ کہنے کی گنجائش ہی نہیں۔غور سے پڑھیے یہ اِلفاظ :

اَللّٰہَ اَللّٰہَ ! فِيْ أَصْحَابِيْ، اَللّٰہَ اَللّٰہَ ! فِيْ أَصْحَابِيْ، لَا تَتَّخِذُوْھُمْ غَرَضًا مِّنْ بَعْدِيْ، فَمَنْ أَحَبَّھُمْ فَبِحُبِّیْ أَحَبَّھُمْ، وَمَنْ أَبْغَضَھُمْ فَبِبُغْضِيْ اَبْغَضَھُمْ وَمَنْ آذَاھُمْ فَقَدْ آذَانِيْ، وَمَنْ آذَانِيْ فَقَدْ آذَی اللّٰہَ ، وَمَنْ آذَی اللّٰہَ فَیُوْشِکُ أَنْ یَّأْخُذَ. (ترمذی شریف ۲/۲۲۵، مشکوۃ شریف :۵۵۴)

''اللہ سے ڈرتے رہو! اللہ سے ڈرتے رہو! میرے صحابہ ؓ کے بارے میں۔اللہ سے ڈرتے رہو! اللہ سے ڈرتے رہو! میرے صحابہ ؓ کے بارے میں۔میرے بعد اِن کو طعن وتشنیع کا نشانہ مت بنانا۔پس جو اِن سے تعلق رکھے گا وہ میری محبت کی وجہ سے اِن سے تعلق رکھے گا اَور جو اِن سے نفرت کرے گا تو مجھ سے بغض کی وجہ سے اِن سے نفرت کرے گا۔اَور جس نے اِنہیں تکلیف پہنچائی اُس نے مجھے اَذیت دی اَور جس نے مجھے اَذیت دی اُس نے اللہ کو تکلیف دی اَور جو اللہ کو ستائے تو عنقریب اللہ تعالیٰ اُس کی گرفت فرمائیں گے۔''

علاوہ اَزیں قرآن کریم میں خود رَب العالمین نے صحابہ ؓ کو دُنیا ہی میں جا بجا اپنی رضا کا تمغہ عطا فرمایا ہے۔اَور اُن کے اِیمان کو معیارِ اِیمان قرار دیا ہے اَور اُن کی صفاتِ عالیہ بیان کر کے تمام عالَم کے سامنے اُن کی عظمت کو اُجاگر فرمادیا جس سے کوئی شخص اِنکار نہیں کر سکتا۔

صحابہ ؓ معیارِ حق ہیں :

اہل سنت والجماعت کا یہ متفقہ فیصلہ ہے کہ حضراتِ صحابہ ؓ سب کے سب عادل اَور معیارِ حق ہیں۔ کسی حدیث کے راویوں میں سے ہر راوی پر اُنگلی اُٹھائی جاسکتی ہے لیکن جب بات صحابی تک پہنچ جائے تو اُن کے متعلق کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے اِس لیے کہ اگر صحابہ ہی کو شک کے دائرے میں لایا جائے گا تو پھر دین کی بنیاد ہی منہدم ہو جائے گی۔پھر نہ تو قرآن پر اعتماد باقی رہ سکتا ہے نہ دیگر اِسلامی تعلیمات پر، اِس لیے کہ اُمت کو جو کچھ بھی دین ملا ہے وہ صحابہ ؓ کے واسطہ سے ہی ملا ہے، صحابہ ؓ اَساتذۂ اُمت ہیں، کسی بھی شخص کو کسی بھی حال میں کسی صحابی کے بارے میں اُنگلی اُٹھانے کا ہرگز حق حاصل نہیں۔

صحابی رسول سیّدنا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کتنے اچھے اَنداز میں صحابہ رضی اللہ عنہم کے مقام پر روشنی ڈالی ہے ملاحظہ فرمائیں :

مَنْ کَانَ مُسْتَنًّا فَلْیَسْتَنَّ بِمَنْ قَدْ مَاتَ، فَاِنَّ الْحَیَّ لاَ تُؤْمَنُ عَلَیْهِ الْفِتْنَةَ، أُولٰئِکَ اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانُوْا اَفْضَلَ هٰذِهِ الاُمَّةِ، اَبَرَّهَا قُلُوْبًا وَ اَعْمَقَهَا عِلْمًا وَ اَقَلَّهَا تَکَلُّفًا ، اِخْتَارَهُمُ اللّٰهُ لِصُحْبَةِ نَبِیِّهٖ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ، وَلِاِقَامَةِ دِیْنِهٖ فَاعْرِفُوْا لَهُمْ فَضْلَهُمْ وَاتَّبِعُوْهُمْ عَلٰی اٰثْرِهِمْ، وَتَمَسَّکُوْا بِمَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ اَخْلاَقِهِم وَسِیَرِهِمْ فَاِنَّهُمْ کَانُوْا عَلٰی الْهُدَی الْمُسْتَقِیْمِ .(مشکٰوۃ شریف ۱/۳۲)

''جسے اِقتداء کرنی ہے تو وہ اُن لوگوں کی اِقتدا کرے جو دُنیا سے جاچکے ہیں، اِس لیے کہ زِندہ آدمی فتنہ سے محفوظ نہیں اَور وہ (قابلِ اِقتداء شخصیات) حضرت محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں، جو اِس امت کے اَفضل ترین لوگ تھے، وہ دِلوں کے اِعتبار سے سب سے نیک اَور علم کے اِعتبار سے سب سے گہرے اَور تکلف میں سب سے کم تھے (سادہ زندگی والے تھے) اللہ تعالیٰ نے اُن کو اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اَور اپنے دین کی خدمت کے لیے منتخب فرمالیا تھا، لہٰذا تم اُن کی فضیلت کو پہچانو اَور اُن کے نقش قدم پر چلو، اَور تم سے جس قدر ہو سکے اُن کے اَخلاقِ فاضلہ اَور مبارک سیرت کو مضبوطی سے تھامے رکھو، اِس لیے کہ وہ سیدھی راہ پر قائم تھے۔''

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں جو تبصرہ فرمایا ہے وہ سو فیصد برحق ہے، اس لیے ہر مسلمان کو ہر صحابی سے عقیدت اَور محبت رکھنی لازم ہے، اَور اُن کے بارے میں خاکم بدہن کسی قسم کی بال برابر بھی بدگمانی رکھنا قطعاً جائز نہیں ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کی عظمت دَراصل پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت ہے اَور صحابہ کی توہین دَرحقیقت پیغمبر علیہ السلام کی توہین ہے، بڑا بدنصیب ہے وہ شخص جس کا دِل صحابہ کی طرف سے صاف نہیں، ایسا شخص ہرگز مسلمان کہلائے جانے کا مستحق نہیں، اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کے دِل کو عظمتِ صحابہ سے معمور فرمائے اَور اُن کے متعلق ہر طرح کی بدگمانی سے ہم سب کو محفوظ فرمائے، آمین۔ (جاری ہے)

حج : اِجتماعی بندگی کی علامت

﴿ حضرت مولانا مصلح الدین قاسمی، مدرسہ شاہی/ مراد آباد، اِنڈیا ﴾

❁ ❁ ❁

رمضان المبارک کا مہینہ ختم ہو گیا، حج کے مہینے شروع ہو گئے، ہر ذی اِستطاعت مومن بندے کے لیے بڑی آزمائش اَور قربانی کا وقت آگیا۔ روزے دار اَبھی تک اپنا گھر چھوڑ کر مسجد میں اعتکاف کے لیے آپڑا تھا اَور اَب اُسے ملک بھی چھوڑنا ہے، دیارِ محبوب کے لیے رختِ سفر باندھنا ہے، عام لباس چھوڑ کر عاشقانہ لباس زیبِ تن کرنا ہے، پُر تکلف رہن سہن کو خیر باد کہہ کر بے تکلف سادہ اَور زاہدانہ روِش اَپنانا ہے۔

دُنیا کا ہر مسلمان چاہے اُس کا تعلق کسی بھی خطے یا کسی بھی ملک سے ہو، حج جیسے عظیم الشان فریضے کو اَدا کرنے کا ہمہ وقت خواہش مند اَور محبوبِ حقیقی کی جلوہ گاہ دیکھنے کے شوق میں بسمل بنا رہتا ہے اَور اِس شوق کی آگ کو بجھانے کے لیے پوری زندگی کوششیں کرتا رہتا ہے اَور زِندگی کے جس مرحلے میں بھی اَسبابِ سفر مہیا ہو جائیں وہ موقع کو ہاتھ سے نہیں جانے دیتا۔ حضرت اِبراہیم علیہ السلام کی ندائے عام "وَأَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ" پر لبیک کہنے کا جذبہ سفر کی تمام مشکلات کو اُس کی نگاہ میں ہیچ بلکہ سفرِ حج کی تمام تکلیفوں کو راحت بنا دیتا ہے اَور کیوں نہ ہو جبکہ حضرت اِبراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے اپنے پروردگار سے اِس مقدس سرزمین کے لیے دُعائیں کرتے ہوئے فرمایا تھا :

فَاجْعَلْ أَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِیْ اِلَیْهِمْ (سورہ اِبراہیم/ ۳۷)

"اے اللہ! بعض لوگوں کے دِلوں کو اِن کی طرف مائل کر دے۔"

رب کریم نے اپنے نبی کی دُعا کو قبول فرمایا اَور اِس ندا کو پوری دُنیا میں عام کرنے اَور تمام رُوحوں تک پہنچانے کی ذمہ داری لیتے ہوئے یہ خوشخبری سنائی :

یَأْتُوْکَ رِجَالًا وَّعَلٰی کُلِّ ضَامِرٍ یَّأْتِیْنَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ . (الحج/ ۲۷)

"آپ کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے آئیں گے آپ کی طرف پیدل چل کر اَور سوار ہو کر دُبلے دُبلے اُونٹوں پر چلے آئیں گے دُور دَراز علاقوں سے۔"

چنانچہ مومن بندے اِس عاشقانہ سفر میں ساری پریشانیاں بخوشی برداشت کر کے اپنے محبوب کے

دَروازے پر حاضری کے لیے پا بہ رکاب رہتے ہیں بلکہ دُنیا کے چپے چپے سے لاکھوں کروڑوں محبانِ خدا اپنے محبوبِ حقیقی کی آواز پر پروانہ وَار ٹوٹ پڑتے ہیں۔

سفرِ حج پر روانہ ہونے والے تمام مومنین اپنے اِرد گرد موجود ذاتی و اِنفرادی زنجیروں کو توڑ کر پھینک دیتے ہیں تاکہ وحدت کی مشق کریں اگرچہ اِن لوگوں کا تعلق مختلف قوموں سے ہے، وہ الگ الگ علاقوں کے رہنے والے ہیں، خاندانی اَور نسلی اِعتبار سے ایک دُوسرے سے مختلف ہیں، اِن میں عرب ہیں، عجم ہیں، ایشیائی ہیں، اَفریقی ہیں، یورپی ہیں، سیاہ فام اَور گورے ہیں، گاؤں والے ہیں، شہر والے ہیں، عالم و جاہل ہیں، کمانڈر و حاکم ہیں، ملازم و خدمت گزار ہیں، دولت منداَور فقیر ہیں۔ بہر حال یہ جو کچھ ہیں جہاں کے ہیں چاہے جیسا لباس پہنتے ہوں اَور چاہے جتنی خصوصیات کے حامل ہوں، اُن کی یہ تمام چیزیں اپنی جگہ پر ہیں مگر اِس سرزمین پر قدم رکھتے ہی یہ لوگ اپنی ذاتی اَور اِنفرادی زندگی سے تعلق رکھنے والی تمام چیزوں کو ترک کر دیتے ہیں اَور ایک رنگ و ایک ہی قسم کا لباس پہن کر آپس میں گھل مِل جاتے ہیں۔ میقات ہو یا عرفات، سعی ہو یا طواف، منٰی ہو یا مشعرِ حرام، ہر جگہ سب لوگ ایک ساتھ ایک شکل میں ایک ہی عمل اَنجام دیتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

تمام محبانِ خدا اَور زائرینِ بیت اللہ آبادی کی بھیڑ میں گم ہوجاتے ہیں تاکہ اپنی ذات کو بھول جائیں یہ ایک قطرے کی طرح اِنسانوں کے سمندر میں شامل ہوجاتے ہیں تاکہ ایک مخصوص اَنداز میں اَبدیت کے سمندر کی سیر کرلیں کیونکہ اِن لوگوں نے کثرت سے وحدت کی طرف پہنچنے کا قصد کر رکھا ہے چنانچہ ہر عاشق و محبّ اپنا ہوش کھو کر بے خودی اَور کیف و مستی کے والہانہ جذبات کے ساتھ اپنے رب کے حضور اِس شان کے ساتھ آتا ہے کہ نہ اُسے اپنے کپڑوں کا ہوش ہے اَور نہ بالوں کا، گرد و غبار سے اَٹے ہوئے چہرے کے ساتھ محبوب کے دروازے پر پہنچ کر اپنی حاضری کا اعلان کرتا ہے :

لَبَّیْکَ اللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ . لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ. اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَکَ وَالْمُلْکَ . لَا شَرِیْکَ لَکَ

''حاضر ہوں اے اللہ! حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں، حاضر ہوں بے شک سبھی تعریفیں اَور نعمتیں تیری ہی ہیں اَور بادشاہت بھی، تیرا کوئی ساجھی نہیں''۔

دربارِ خداوندی میں پہنچنے والا ہر بندہ ایک ایک فریضے کی اَدائیگی دِیوانوں کی طرح کرتا ہے، کبھی اپنے مالک کے گھر کا چکر لگاتا ہے تو کبھی عرفات میں حمد وثنا کرتا ہوا اپنی کوتاہی کی معافی چاہتا ہے، کبھی مزدَلفہ میں قربِ اِلٰہی کا خواہاں رہتا ہے تو کبھی صفا اَور مروہ کے درمیان دَوڑ لگا کر سنتِ عاشقانہ کو تازہ کرتا ہے، کبھی مقامِ اِبراہیم پر دَست بستہ قیام کرتا ہے تو کبھی میدانِ عرفات میں سربسجود محبوب کی یاد میں اَشکبار رہتا ہے، جمرات کو نہیں نفس کے شیطان کو کنکریاں مارتا ہے، جانوروں کی نہیں حقیقتاً اپنے نفس کی قربانی دیتا ہے۔

مومن بندے کی یہی وہ اَدائیں ہیں جن کے طفیل اللہ رب العزت رَحمت کے خزانے کھول دیتا ہے، بڑے بڑے گنہگاروں کے گناہ معاف ہوجاتے ہیں اَور حاجی اپنے ربِّ کریم کے دربار سے اِس طرح لوٹتا ہے جیسے آج ماں کے پیٹ سے بے گناہ پیدا ہوا ہو۔ حدیث شریف میں اِس خوشخبری کی صراحت اِن الفاظ میں آئی ہے :

مَنْ حَجَّ فَلَمْ یَرْفُثْ وَلَمْ یَفْسُقْ رَجَعَ کَیَوْمٍ وَلَدَتْہُ اُمُّہٗ . (بخاری شریف)

''جس نے محض اللہ کے لیے حج کیا پس اُس نے ایسی باتیں نہ کیں جو عورتوں کے ساتھ ہوتی ہیں اَور گناہ نہ کیے تو اَیسا واپس ہوگا جیسا اُس روز تھا جس دِن اُس کی ماں نے اُسے جنا تھا۔''

حج اِجتماعی بندگی کی واضح ترین علامت ہے۔ حج کے دَوران مومن بندہ اپنے خالق سے وحدتِ عمل کا معاہدہ کرتا ہے، وہ اپنے ہر ایک عمل سے خداوندِ قدوس سے اپنے رابطے کی شہادت پیش کرتا ہے۔ اعمالِ حج کے دوران حاجی موت وحیات کو بخوبی سمجھ لیتا ہے وہ چلتی پھرتی آبادی کے اِس سیلاب سے میدانِ محشر، اہلِ محشر اَور اہلِ محشر کی حالت کا اَندازہ کر لیتا ہے کہ اَصل معاملہ کیا ہے؟ سبھی لوگ دَوڑ دھوپ میں لگے ہوئے ہیں تاکہ اپنے فرائض کو ٹھیک طریقے سے سمجھ لیں اَور ہر فریضے کو صحیح طریقے سے اَدا کریں اَور کسی فریضے کی اَدائیگی میں کوئی کوتاہی نہ ہو، اِن کا حساب یہیں صاف ہوجائے اَور کسی بھی کوتاہی اَور جرم کا دَم اُن کے ذمے باقی نہ رہے۔

میدانِ عرفات کا منظر بھی قابلِ دید ہوتا ہے، دُور دُور تک جدھر بھی نگاہ اُٹھا کر دیکھو تمام لوگ ایک ہی جیسے لباس میں متحد الشکل نظر آتے ہیں، تاحدِ نگاہ اِنسانوں کا سیلاب اُمنڈتا ہوا دِکھائی دیتا ہے۔ اِس منظر کو

دیکھنے کے بعد اِسلامی تعلیمات کی عظمت، شان وشوکت اَور اِجتماعی بندگی کا اَنداز ہوتا ہے یہاں کوئی شخص کمانڈر و حاکم نہیں اِس نظام کی تنظیم کا کوئی ناظم نہیں اَور کسی کو محکومیت کا اِحساس نہیں بلکہ تمام لوگ یکساں ہیں، کسی کو کسی پر کوئی فضیلت و برتری حاصل نہیں، سبھی محترم ہیں، سبھی دُنیوی اِمتیازات سے کنارہ کشی اِختیار کیے ہوئے ہیں، کسی میں مال و دولت کی ہوس اَور سماجی عہدہ و مقام اَور دُنیاوی شان وشوکت کے حصول کی خواہش نہیں، سب اپنے گناہوں کی معافی کے لیے آئے ہیں، سب غور و فکر میں ڈوبے ہوئے ہیں مگر اُن کی فکر دُنیا کے سلسلے میں نہیں بلکہ اُن کی فکر کا محور آخرت ہے۔ سب اپنے گناہوں پر نادِم ہو کر اِس یقین کے ساتھ آئے ہیں کہ اِس دَر کے علاوہ کوئی دَر نہیں، اِن کی آنکھوں سے تو سیل اَشک رَواں ہے مگر وہ دِل سے یہ کہہ رہے ہیں:

''اے اللہ! تو رحمٰن ہے، ہم ہزار برے ہیں لیکن ہمارے گناہوں سے زیادہ وسیع تیری رحمت کی چادر ہے''۔

وہ جانتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ عدل پر اُتر آئے تو ہماری نجات ممکن نہیں ہے اِس لیے گھبرا کر کہتے ہیں: ''مالک! ہمیں آپ کا عدل نہیں آپ کا فضل چاہیے''۔ وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ ہماری کوتاہیوں کا ذخیرہ اِتنا بڑا ہے کہ اگر حساب شروع ہوا تو بہر حال پکڑے جائیں گے اِس لیے پکار کر کہتے ہیں : ''مالک! حساب نہ لیجیے، ہم حساب دینے کی ہمت کہاں سے لائیں ہم کو تو اپنے فضل و کرم سے حساب و کتاب کے بغیر معاف کر کے جنت دے دیجیے''۔ ہر ایک حاجی خداوندِ قدوس کے دربار میں اِس یقین کے ساتھ حاضر ہوتا ہے کہ یہاں سے کوئی خالی ہاتھ نہیں لوٹا ہے اِس لیے ہم بھی بخشش کا پروانہ لے کر جائیں گے، فضلِ اِلٰہی اَور رَحمت ِباری کی بارش ہم پر بھی ضرور ہوگی۔

اپنی عاجزی کا اِحساس، اپنی کوتاہی کا اِعتراف، اللہ کی رحمت پر اِعتماد اَور اِس کے ساتھ ''کچھ نہ کچھ لے کر ہی جائیں گے'' کا یقین، پھر کیف و مستی و خود فراموشی اَور عشق و محبت کے جذبات سے سرشار ہونا، مچل مچل کر مانگنا، لپٹ لپٹ کر رونا، یہی وہ صدائیں اَور اَدائیں ہیں جو رحمتِ اِلٰہی کو اپنی طرف متوجہ کرتی ہیں اَور ہر حاجی اَپنا دامنِ مراد بھر لیتا ہے اَور معصوم، صاف ستھرا، دُھلا دُھلایا بڑی دولت لے کر لوٹتا ہے۔

دینی مسائل

﴿ قبرستان کے اَحکام ﴾

مسئلہ : عام قبرستان وقف ہوتا ہے۔

مسئلہ : قبر پر پتھر لگانے سے وہ وقف نہیں ہوتا بلکہ لگانے والے کی مِلک رہتا ہے۔

مسئلہ : عام وقف قبرستان میں اگر کسی نے پھل دار درخت لگائے تو

(۱) اگر اُس نے وقف کی نیت سے لگائے تو اُس وقف کا جو مصرف ہے وہی اُن درختوں کا مصرف ہے۔

(۲) اگر اِس نیت سے لگائے کہ وہ خود اُن کا مالک رہے گا تو وہ اُس کی مِلک ہیں اَور دُوسروں کے لیے جائز نہیں کہ وہ مالک کی اِجازت کے بغیر اُن کو اپنے اِستعمال میں لائے۔ اَلبتہ قبرستان کے متولی یا عام مسلمانوں کو اِختیار ہے کہ اُس شخص کو مجبور کریں کہ وہ اِن درختوں کو اُکھاڑ لے اَور قبرستان کی زمین خالی کردے۔

مسئلہ : جو قبرستان وقف ہو اُس کے خود رَو درخت بھی وقف ہیں۔

مسئلہ : جب ظنِ غالب میں اَموات کا مٹی ہو جانا متعین ہو جائے اَور بہت پرانہ ہونے کی وجہ سے مُردوں کو اِس میں دفن کرنا اَب ممکن نہ رہے تو اگر وہ زمین مملوکہ ہو تو مالک کی اِجازت سے اُس میں ہر قسم کا تصرف جائز ہے اَور اگر زمین وقف ہو تو اُس کو کسی دُوسرے وقف مثلاً مسجد یا مدرسہ میں تبدیل کرنا جائز ہے۔

تنبیہ : اگر ظنِ غالب میں باہم اِختلاف ہو جائے تو اُن لوگوں کا قول لیا جائے گا جو اُس کام میں بصیرت اَور تجربہ رکھتے ہوں گورکنی کا کام کرتے ہوں۔ اُن کے نزدیک میں عام طور سے جتنی مدت میں میت کے اَجزاء مٹی ہو جاتے ہیں اُس مدت کے بعد قبور کی حیثیت اَور اَحکام ختم ہو جائیں گے۔ اگر اِتفاق سے کسی قبر میں کوئی سالم لاش یا ہڈیاں نکل آئیں تو وہ مذکور حکم کے منافی نہیں کیونکہ ایسے واقعات نادِر ہوتے ہیں اَور نوادِر پر اَحکام دَائر نہیں ہوتے۔

مسئلہ : اگرچہ خود قبر بھی عام طور سے محلِ نجاست ہوتی ہے کیونکہ میت کا خون پیپ وغیرہ اُس میں مِلی ہوتی ہے اَور فقہاء نے قبرستان میں نماز کے مکروہ ہونے کی ایک وجہ یہ بھی لکھی ہے کہ قبریں محلِ نجاست ہیں لیکن اِس کے باوجود حکم ہے کہ قبرستان کو صاف ستھرا رکھا جائے۔ لہٰذا اپنے اِختیار سے وہاں نجاست اَور گندگی ڈالنا ناجائز ہے۔

مسئلہ : چوپایوں کو قبرستان میں چرنے کے لیے نہ چھوڑا جائے جس کی وجہ یہ ہے کہ وہ قبروں کو رَوندیں گے بھی اَور وہاں پیشاب اَور گوبر کی نجاست بھی پھیلائیں گے۔

عیدگاہ اَور جنازگاہ :

مسئلہ : اِن میں صفیں متصل نہ بھی ہوں تب بھی مسجد کی طرح اِقتداء درست رہے گی۔ اِس حکم کے علاوہ دیگر اَحکام میں مسجد سے مختلف ہے۔

مسئلہ : اِن میں جنبی اَور حائضہ وغیرہ داخل ہو سکتے ہیں لیکن اِحتیاط اِسی میں ہے کہ یہ لوگ اِن میں داخل ہونے سے پرہیز کریں۔

مسئلہ : اِن میں پیشاب پاخانہ وغیرہ کرنا جائز نہیں۔

مسئلہ : عیدگاہ کو مسجد بنانا جائز نہیں اِلَّا یہ کہ آبادی بڑھ جانے کے بعد وہ ناکافی ہونے کے باعث عیدگاہ کے طور پر اِستعمال نہ ہو سکتی ہو اَور ظالم لوگوں کا اِس پر ناجائز قبضہ کرنے کا اَندیشہ ہو تو اُس کو مسجد میں تبدیل کر سکتے ہیں۔

مسئلہ : عیدگاہ یا جنازگاہ میں کھیلنا کودنا جائز نہیں۔

خانقاہِ حامدیہ اَور رمضان المبارک

✿ ✿ ✿

بحمد اللہ رائیونڈ خانقاہِ حامدیہ میں حسبِ معمول گزشتہ برسوں کی طرح اِس برس بھی رمضان المبارک میں ملک و بیرون ملک سے آئے ہوئے سالکانِ طریقت نے مسجد حامدؒ میں شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب دامت برکاتہم کی معیت میں اعتکاف کیا اَور سلوک واحسان، ریاضت ومجاہدہ میں مشغول و مصروف رہے۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب دامت برکاتہم کی جانب سے مسترشدین و مریدین کے لیے کچھ اِجتماعی اعمال اَور کچھ حسبِ حال ہر ایک کے لیے اِنفرادی اعمال کی ہدایات تھیں۔

مزید تفصیلات آئندہ شمارے میں ملاحظہ فرمائیں۔

جامعہ مدنیہ جدید کے فوری توجہ طلب ترجیحی اُمور

(۱) زیرِ تعمیر مسجد حامدؒ کی تکمیل

(۲) طلباء کے لیے مجوزہ دَارالاقامہ (ہوسٹل) اَور درسگاہیں

(۳) اَساتذہ اَور عملہ کے لیے رہائش گاہیں

(۴) کتب خانہ اَور کتابیں

(۵) زیرِ تعمیر پانی کی ٹنکی کی تکمیل

ثواب جاریہ کے لیے سبقت لینے والوں کے لیے زیادہ اَجر ہے۔

جامعہ مدنیہ جدید و مسجد حامد

کی تعمیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیجیے

بانیٔ جامعہ حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمہ اللہ نے جامعہ مدنیہ کی وسیع پیمانے پر ترقی کے لیے محمد آباد موضع پاجیاں (رائیونڈ روڈ لاہور نزد چوک تبلیغی جلسہ گاہ) پر برلبِ سڑک جامعہ اور خانقاہ کے لیے تقریباً چوبیس ایکڑ رقبہ ۱۹۸۱ء میں خرید کیا تھا۔ جہاں الحمد للہ تعلیم اور تعمیر دونوں کام بڑے پیمانہ پر جاری ہیں۔ جامعہ اَور مسجد کی تکمیل محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور اُس کی طرف سے توفیق عطاء کیے گئے اہلِ خیر حضرات کی دُعاؤں اور تعاون سے ہوگی۔ اِس مبارک کام میں آپ خود بھی خرچ کیجیے اَور اپنے عزیز و اَقارب کو بھی ترغیب دیجیے۔ ایک اَندازے کے مطابق مسجد میں ایک نمازی کی جگہ پر دس ہزار روپے لاگت آئے گی، حسبِ استطاعت زیادہ سے زیادہ نمازیوں کی جگہ بنوا کر صدقۂ جاریہ کا سامان فرمائیں۔

منجانب

سیّد محمود میاں مہتمم جامعہ مدنیہ جدید و اَراکین اَور خدام خانقاہِ حامدیہ

خطوط، عطیات اور چیک بھیجنے کے پتے

1۔ سیّد محمود میاں ''جامعہ مدنیہ جدید'' محمد آباد 19 کلومیٹر رائیونڈ روڈ لاہور

فون نمبر : 35330310 - 42 - 92+ - 35330311 - 42 - 92+

2۔ سیّد محمود میاں ''بیت الحمد'' نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور

فون نمبر : 37726702 - 42 - 92+ فیکس نمبر 37703662 - 42 - 92+

موبائل نمبر 4249301 - 333 - 92+ V فون نمبر : 36152120 - 42 - 92+

جامعہ مدنیہ جدید کا اکاؤنٹ نمبر 0-7915 مسلم کمرشل بینک کریم پارک برانچ (0954) لاہور (آن لائن)

مسجد حامد کا اکاؤنٹ نمبر 1-1046 مسلم کمرشل بینک کریم پارک برانچ (0954) لاہور (آن لائن)